اسلام ما اطاعت خلفائے راشدین — حق چار یار — ایمان ما محبت آل محمد است

شیعہ مصنف بابر علی خان کی کتاب دعوت فکر دی میں اہلسنت
کے خلاف کئے گئے سوالات کا تحقیقی جواب

الجواب المعقول

مصنف:

علامہ مقبول احمد جلالی رضوی

ناظم اعلیٰ:

دار العلوم محمدیہ فاروقیہ رضویہ

شادیوال ۔ ضلع گجرات

۷۸۶

حق چاریار

شیعہ مصنف بابر علی خان کی کتاب "دعوت فکر دینی" میں اہلسنت کیخلاف کیئے گئے سوالات کا تحقیقی جواب!

الجواب المعقول!

مؤلفہ

علامہ مقبول احمد جلالی رضوی

نام کتاب ـــــــــ الجواب المعقول
مؤلف ـــــــــ مولانا مقبول احمد جلالی رضوی
پرنٹر ـــــــــ محمود ریاض پرنٹرز
کتابت ـــــــــ محمد شریف اختر پھالیہ
ھدیہ ـــــــــ
تعداد ـــــــــ دو ھزار

انتساب

فقیر اپنی اس کوشش کو مرشدِ گرامی جلال الملۃ والدین
شیخ المحدثین حافظ الحدیث حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ
صاحب نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ بھکھی شریف کے
اسمِ گرامی سے منسوب کرتا ہے جن کی تربیت اور
فیضان نے فقیر کو خدمتِ دین کے قابل بنایا۔

(مصنّف)

عرضِ مُصنّف

الحمد للہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ علیٰ سید الانبیاء والمرسلین و علیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

کے بعد واضح ہو کچھ عرصہ ہوا کہ شیعہ بابر علی خاں ساکن اسلام پورہ باغ سیّداں لالہ مُوسیٰ ضلع گجرات کا ایک کتابچہ جس کا نام "دعوت فکر دینی" ہے۔ جس میں انہوں نے شیعوں کی طرف سے اہلِ اسلام کے خلاف اُٹھائے گئے اٹھارہ سوالات کا جواب اہلسنّت و جماعت سے طلب کیا ہے۔ حضرت علّامہ مولانا محمّد صادق دامت برکاتہ العالیہ خطیب قادر آباد ضلع گجرات نے اِس عاجز کو روانہ کیا۔ چنانچہ بندہ نے تمام سوالات کا جواب کتب مسلمہ فریقین (اہل سنّت و شیعہ) سے انتہائی دیانت داری اور خلوص سے دینے کی کوشش کی ہے اور اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ سے دُعا ہے کہ وُہ صدقہ اپنے محبوبِ کریم علیہ صلوٰۃ و تسلیم کا جناب بابر علی خاں اور دیگر قارئین کرام کے لئے ہدایت اور بصیرت کا موجب بنائے۔ آمین، ع

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

اور سوالات کا جواب تحریر کرتے وقت اس بات کا پُوری طرح خیال رکھا گیا ہے کہ کسی کی دل آزاری یا خفگی نہ ہو۔ اور نہ ہی اس ارادہ سے اس کام موجب نجات کو شروع کیا گیا ہے۔ تاہم اگر کہیں کوئی ایسا جملہ درج ہو گیا ہو تو راقم الحروف معذرت خواہ ہے۔ علاوہ ازیں معزز قارئین سے التماس ہے کہ اگر کتاب میں کسی جگہ علمی اور ادبی غلطی دیکھیں تو اس عاجز کو آگاہ فرمادیں ؎

نہ گُنی عیب گر تو بتوانی ٭ کہ دُرد حُلہ بپوشانی

مقبول احمد

قاتلانِ حسینؑ کون ہیں؟

سوال نمبر ۱: اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کو بقول عام ملاں کے شیعوں نے شہید کیا، تو اہلِ سُنّت نے امام مظلوم کی مدد کیوں نہ کی جب کہ لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں اہلِ سُنّت موجود تھے۔ بحوالہ "دعوت فکر دینی" مصنفہ بابر علی شیعہ صفحہ نمبر ۳۔

جواب:۔
لاؤ تو قتل نامہ ذرا میں بھی دیکھ لوں
کس کس کی مُہر ہے سر محضر لگی ہوئی

قبل ازیں کہ ثابت کیا جائے کہ سیدنا حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قتل کے ذمہ دار کون ہیں اہلِ سُنّت یا شیعہ۔ راقم الحروف یہی سوال شیعوں سے کرتا ہے اور دیکھئے کہ شیعہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ مَیں پُوچھتا ہُوں کہ شیعہ اس وقت کہاں تھے شیعوں نے حضرت حسین کی مدد کیوں نہ کی! کیا شیعوں نے اس بات پر کبھی غور کیا کہ جو سوال وُہ اہلسُنّت سے کرتے ہیں وُہی سوال اگر کوئی ان پر کرے تو وُہ اس کا کیا جواب دیں گے۔ بابر صاحب اگر آپ میں ہمت یا صداقت کا ذرّہ ہے تو اس کا جواب دیں اور ٹال مٹول کرنے کی کوشش نہ کریں۔ فَاْتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار تم سے!
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اے قومِ روافض! مَیں آپ سے پُوچھتا ہُوں کہ شیعوں نے حضرت حسین کی کون سی مدد کی اور کتنے شیعہ آپ کے ساتھ قتل ہوئے اور کتنوں نے آپ کے پانی کا انتظام کیا جب کہ کُوفہ میں کثیر التعداد شیعہ تھے جیسا کہ ابھی معلوم ہُوا چاہتا ہے۔ اب سُنیئے کہ آپ کو خطوط کن لوگوں نے لکھ کر کُوفہ میں بلایا اور آپ کے آنے پر کس بےحیائی اور بے وفائی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ مُلّا باقر مجلسی اپنی کتاب "جلاء العیون" کے صٓ ۳۵۸ پر ۱۵۰ خطوط کا مضمون بایں الفاظ تحریر کرتا ہے "بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ایں عریضہ الیست بخدمت حسین بن علی از شیعان و فدویان و مخلصانِ آنحضرت۔ (ترجمہ): یہ عریضہ

شیعوں فدویوں اور مخلصوں کی طرف سے بخدمت حسین بن علی ہے اور شیخ عباس قمی اپنی معتبر ترین کتاب منتہی الامال ص ۲۳۸ پر رقمطراز ہے "بداں کہ چوں حضرت امام حسن علیہ السلام بریاض قدس ارتحال نمود شیعیان در عراق بحرکت در آمدہ وعریضہ ہا حضرت امام حسین نوشتند"۔ ترجمہ :- جب حضرت امام حسن جنت کو سدھارے تو شیعان عراق حرکت میں آئے اور بہت سے خطوط حضرت امام حسین کی طرف لکھے اور بعینہ یہی عبارت شیعہ مصنف ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون ص ۲۸۹ میں تحریر کی ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین کو شیعوں نے کثیر التعداد تاکیدی خطوط لکھ کر بلایا۔

قارئین کرام آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ امام حسین کو خطوط لکھ کر بلانے والے شیعہ تھے کیا دنیا بھر کے شیعہ جمع ہو کر ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت حسین کو اہل سنت نے خط لکھ کر بلایا اور آپ کے تشریف لانے پر انتہائی قساوت قلب اور سفاکی سے آپ کو اور آپ کی اولاد اطہار و رفقاء کو شہید کر دیا۔ یاد رکھیے کہ قیامت آسکتی ہے مگر شیعہ اس بات کو کبھی ثابت نہیں کر سکتے اور یاد رہے کہ بوقت جواب دادن جس طرح ہم نے معتبر ترین کتب شیعہ سے ثابت کیا ہے اسی طرح مستند کتب اہل سنت سے حضرت امام حسین کو خط لکھنے والوں کا اہل سنت ہونا ثابت کرنا ہو گا ورنہ جواب تصور نہیں کیا جائے گا۔ مزید سنیئے کہ حضرت امام حسین خود اپنے قاتلین کو شیعہ فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ جلاء العیون مصنفہ ملا باقر مجلسی ص ۴۲۱ پر لکھتے ہیں کہ جب آپ کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اصل عبارت پیش کی جاتی ہے۔

"پس حضرت اصحاب خود را جمع کرد و فرمود کہ خبر بمارسید کہ مسلم بن عقیل وہانی وعبداللہ یقطرا شہید کردند شیعیان ما دست از یاری ما برداشتہ اند ہر کہ خواہد از ما جدا شود برو حرف نیست" ترجمہ :- "پس حضرت امام حسین نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل وھانی وعبداللہ یقطر کو شہید کر دیا گیا ہے اور شیعوں نے ہماری مدد سے ہاتھ اٹھا لیا ہے جو چاہتا ہے ہم سے الگ ہو جائے اس کو

کوئی اعتراض نہیں ہے" اور یہی عبادت منتہی الامال مصنفہ شیخ عباس قمی ص۲۳۸ پر موجود ہے۔

مذکورہ خطبہ امام حسین سے بلاشک شبہ ثابت ہوگیا کہ قاتلانِ حسین شیعہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ علمائے شیعہ نے خود اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ قاتلانِ حسین شیعہ ہیں اور کرتے بھی کیوں نہ جب کہ خود حضرت حسین فرماتے ہیں کہ ہم کو شیعوں نے قتل کیا۔ ملاحظہ ہو: "صافی شرح اصول کافی" مصنفہ ملا خلیل قدوینی "باعثِ کشتہ شدنِ ایشاں صلوٰۃ اللہ علیہم تقصیر شیعہ امامیہ است از تقیہ و مانند آں از مصالح"۔

(ترجمہ): ان کے (یعنی شہدائے کربلا کے) قتل ہونے کا باعث شیعہ امامیہ کا قصور ہے۔ تقیہ سے"۔

یعنی قتلِ حضرت حسین پر شیعوں کو بزعم خویش کوئی گناہ نہیں ہوا بلکہ ثواب ہوگا کیونکہ انہوں نے اس معاملہ میں تقیہ پر عمل کیا ہے جو کہ شیعہ مذہب میں بہت بڑی عبادت ہے۔ چونکہ یہ مذہب دنیا میں صرف اسی لیئے بنایا گیا تھا کہ رسول اکرمؐ کے دین کے ساتھ جس قدر بھی ہو سکے دشمنی کر کے اہلِ ایمان کو دین سے بے دین بنایا جائے۔ اس لیئے ایسے من گھڑت خلافِ کتاب و سنت مسائل اختراع کیئے گئے جن کو دیکھ کر شیطان بھی دادِ شجاعت دینے لگا اور واقعی مذہبِ شیعہ کے بانی شیطان سے بازی لے جانے میں اوّل نمبر رہے۔ آخر میں "قاتلین امام حسین کا شناختی نشان" بھی ملاحظہ فرمائیے۔

"پس رایت و علم دیگرہ بنزدِ من ایند از رایت اوّلین سیاہ تر و تیرہ تر دمثل اوّل جواب گویند مرا پس گویم کہ من دو چیز بزرگ درمیانِ شما گذاشتم چہ کر دید با آنہا گویند کہ کتاب خدا را مخالفت کردیم و عترت ترا یاری نہ کردیم و ایشاں را کشتیم رانده و پراگندہ کردیم پس گویم کہ دور شوید از من پس برگردند از کوثر بالب تشنہ و روہای سیاہ"

(جلاء العیون ص۳۵۹) ترجمہ: "نبی علیہ السلام نے فرمایا دوسرا جھنڈا میرے پاس آئیگا جو پہلے جھنڈے سے زیادہ سیاہ ہوگا اور بہت کالا ہوگا اور پہلوں کی طرح مجھے جواب

دیں گے پھر میں کہوں گا کہ میں تم میں دو چیزیں بزرگ چھوڑ آیا تھا تم نے ان سے کیا برتاؤ کیا۔ وُہ کہیں گے کہ خُدا کی کتاب کی ہم نے مخالفت کی اور تیری عترت کی ہم نے امداد نہ کی۔ اور ان کو ہم نے قتل کیا اور برباد کیا۔ میں کہوں گا مجھ سے دُور ہو جاؤ تو وُہ سیاہ رُو حوضِ کوثر سے پیاسے چلے جائیں گے"۔

اس موضوع پر راقم الحروف کے پاس سینکڑوں حوالہ جات موجود ہیں چونکہ جواب مختصر مقصود ہے۔ اس لیئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

سوال نمبر ۲ : اگر حضرت عائشہ صدیقہ کو نہ ماننے والا جہنمی ہے تو اس بی بی کا قاتل کیوں رضی اللہ رہ سکتا ہے۔ مہربانی کر کے تاریخ اسلام جلد دوم ص۴۴ نجیب آبادی ملاحظہ کر کے فتویٰ صادر فرمائیں۔ بحوالہ "دعوت فکر دینی" مصنفہ بابر علی شیعہ ص۳۔

جواب : اُمّ المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق صلوٰۃ اللہ علیہا حضور سرورِ کائنات کو سب سے زیادہ پیاری تھیں اور تمام ازواج رسُول کا مقام از رُوئے قرآن ملاحظہ ہو "النّبیّ اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہٗ اُمّھٰتھُم"۔ ترجمہ ، نبی مومنین کی جانوں کا ان سے زیادہ اختیار رکھنے والا ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ "ترجمہ مقبول شیعہ"

اس آیتِ مقدسہ میں ازواجِ رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے تمام اہلِ ایمان کی مائیں فرمایا اور دُوسرے مقام پہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "یا نساء النّبیّ لستُنّ کاحدٍ مّن النسآء" ترجمہ :۔ اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو یعنی تم تمام جہان کی عورتوں سے مقام شان اور مرتبے کے لحاظ سے اعلیٰ و افضل ہو اور سورہ نور جو کہ نازل ہی جناب سیدہ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ کی شان میں ہوئی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے گستاخوں کو منافق اور ملعون فرمایا نیز ایک واضح اصول بھی ارشاد فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ مرد کی شان کے مطابق زوجہ عطا فرماتا ہے اور عورت کو اس کی شان کے مطابق خاوند۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ " الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰتِ ج والطّیّبٰت

لِلطَّيِّبِيْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝" ترجمہ: ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیئے ہیں اور پاک (دامن) عورتیں پاک (دامن) مردوں کے لیئے اور پاک (دامن) مرد پاک (دامن) عورتوں کے لیئے ہیں۔ یہ مبرّا ہیں ان (تہمتوں) سے جو وُہ (ناپاک) لگاتے ہیں۔ ان کے لیئے ہی (اللہ کی) بخشش ہے اور عزّت والی روزی ہے۔"

اس آیت پاک کی تفسیر کرتے ہُوئے شیعہ مفسّر ملّا فتح اللہ کاشانی اپنی کتاب خلاصۃ المنہج میں رقم طراز ہے کہ "جبائی گفتہ کہ مراد آں است کہ زنانِ ناپاک برائے مرداں ناپاکند و مرداں ناپاک راغب بدیشاں و زنانِ پاک برائے مرداں پاکند و مردانِ پاک مائل بدیشاں وایں قول از ابوجعفر و ابو عبد اللہ علیہما السّلام وعلیٰ اٰبائہما نیز ماثور است حاصل آیۃ آں است کہ جنسیّت بسبب الفت صحبت است وچوں سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پاک ترین موجوداتست پس ازدواج او نیز البتہ پاک و پاکیزہ انداز شائبہ بدکاری"۔

ترجمہ: "اور جبائی نے کہا ہے کہ مُراد یہ ہے کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کیلئے ہیں اور ناپاک مرد ان کی طرف راغب اور پاک عورتیں واسطے پاک مردوں کے اور پاک مردوں کا میلان پاک عورتوں کی طرف ہے اور یہ قول ابُوجعفر امام محمّد باقر و ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہما السّلام وعلیٰ اٰبائہما سے بھی منقول ہے۔ آیت کا حاصل یہ ہے کہ جنسیّت صُحبت کی اُلفت کا سبب ہے اور جب سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام موجودات سے زیادہ پاک ہیں تو آپ کی ازواج بھی لازماً پاک اور پاکیزہ ہیں ہر شائبہ بدکاری سے"۔

اور بعینہٖ یہ روایت ملّا محسن رضا کاشانی نے اپنی مایۂ ناز کتاب تفسیر صافی میں اسی آیت کے تحت نقل کی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ فقہ جعفریہ کا نام لینے والے ان دو جیّد اماموں کے ارشاداتِ گرامی کا کیا احترام کرتے ہیں؟ آیا اس پر ایمان لاکر انکی محبّت و عقیدت کا ثبوت دیتے ہیں یا کہ اس کو بھی اپنی عادتِ قدیمہ کے مطابق تقیّہ پر محمول کر کے ان سے عداوت و عناد کا اظہار کرتے ہیں۔ معزّز قارئینِ کرام ازواج

مطہرات کو جو شرف اور قرب اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے وہ خدا کی ساری مخلوقات میں سے کسی کو نہیں ملا اور نہ تاقیامِ قیامت ملنے کا امکان ہے۔ یہ ان کی جزوی فضیلت ہے۔ تمام کائناتِ عالم پر تو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ صلوٰۃ اللہ علیہا کا دُشمن اور گستاخ منکرِ قرآن ہونے کی وجہ سے خالص کافر و منافق وعنتی اور مردُود ہے۔ رہی وہ روایت تاریخی جس کی طرف بابر صاحب نے اشارہ کیا ہے تو وُہ سراسر جھوٹ اور روافض کا افترا ہے ورنہ اس کی پُوری سند تحریر کریں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔" اور ان کی (مائی صاحبہ کی) وفات ۵۷ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمرِ مبارک چھیاسٹھ سال کی تھی اور وصیت فرمائی تھی کہ رات کے وقت جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ آپ کی نمازِ جنازہ حضرت ابُوہریرہ نے پڑھائی اور سیدہ عائشہ کی وفات طبعی تھی۔ یہ جو کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک کنواں کھود کر اُوپر سے بند کر دیا اور حضرت عائشہ کو ضیافت کے لیئے بلایا تو وُہ اس میں گر پڑیں اور رحلت فرماگئیں یہ روافض کا جھُوٹ اور افتراء ہے۔" مدارج النبوت اُردو جلد دوم ص ۸۰۴۔ معلوم ہُوا کہ وُہ تاریخی روایت شیعوں کی گھڑی ہُوئی ہے جو کہ قطعاً ناقابلِ حُجت ہے۔

سوال نمبر ۳: کیا کسی آدمی کو دین میں کمی بیشی کرنے کا اختیار یا حق ہے اگر نہیں تو حضرت عمرؓ کا الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ نماز تراویح با جماعت، چار تکبیروں پر نمازِ جنازہ، متعہ حرام قرار دینا، تین طلاق جو ایک ساتھ دی جائیں بائن قرار دینا اور قیاس کو اُصُول قائم کرنا کہاں تک درست ہے اور کیا یہ صراحتاً مداخلت فی الدّین نہیں ہے؟

بحوالہ "دعوتِ فکر دینی" مصنفہ بابر علی خاں شیعہ ص ۳

جواب: اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ اور اس کے رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ دین میں کمی بیشی کرے۔ یہ عقیدہ تمام اہلِ ایمان کا ہے اور ایسا کرنے والا (یعنی دین میں کمی بیشی) یقیناً بدعتی اور مُلحد ہے اور یہ کہنا کہ سیّدنا عمر فارُوقِ اعظم علیہ السّلام نے اذان میں الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا اضافہ کیا

ہے نیز نمازِ تراویح، نمازِ جنازہ پر چار تکبیریں، حرمتِ متعہ اور تین طلاق کا ایک ہی مجلس میں بائن قرار دینا امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظم علیہ السّلام کا مداخلت فی الدّین ہے کتاب وسُنّت سے لاعلمی کی زبردست دلیل ہے بلکہ مذکورہ احکام قرآن شریف وحدیثِ مُبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہیں۔ بخوفِ طوالت تفصیلاً تحریر نہیں کیا جاتا اور اگر آپ کی بات جو کہ سراسر باطل ہے تسلیم بھی کرلی جائے تو بھی از رُوئے قرآن وسُنّت خُلفائے راشدین علیہم السّلام کی اطاعت واجب ہے جیساکہ حضور علیہ السّلام نے اپنی اور اپنے خلفاء کی سُنّت کو لازم قرار دیا۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔ "علیکم بسنّتی وسُنّتِ خلفائے راشدین المھدییّین"۔

ترجمہ: تُم پر میری اور میرے خلفائے راشدین المہدیین کی سنّت پر عمل کرنا واجب ہے۔"

حدیث: "وعن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اِنّی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالّذین من بعدی ابی بکرٍ وعُمر۔"

مشکوٰۃ شریف صہ ۵۶۰

ترجمہ: حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ میں نہیں جانتا کہ تم میں میری بقا کتنی ہے پس میرے بعد والوں کی پیروی کرو۔ یعنی ابوبکر وعمر علیہما السّلام کی"۔

اور کیا مجھے آپ سے بھی سوال کرنے کا حق ہے اور میں پُوچھ سکتا ہُوں کہ آپ کہیں یہ دکھا سکتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم کے زمانۂ مُبارک میں بھی یہی آذان دی جاتی تھی جو کہ آج شیعہ اپنی مساجد اور امام باڑوں میں دیتے ہیں اگر یہی آذان تھی تو دکھاؤ کہاں لکھی ہوئی ہے اور اگر نہیں تھی اور یقیناً نہیں تھی تو شیعوں کو یہ حق کس نے دے دیا کہ آذان جو کہ شعائرِ اسلام میں سے ہے اس میں اپنی مرضی کے مطابق آئے دن کتاب وسُنّت کے خلاف الفاظ اور جُملے داخل کرتے چلے جائیں مگر یاد رکھو کہ تا قیامِ قیامت شیعہ اس بات کو ثابت نہیں کرسکتے کہ عہدِ رسالت میں یہی آذان موجود تھی بلکہ اُئمہ اہلِ بیت میں سے

کسی امام کے زمانہ میں اور زمانہ میں کیا کسی امام کے قول و فعل سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ راقم الحروف کا دعویٰ ہے کہ تمام دُنیا کے رافضی جمع ہو کر کسی کتاب سے یہ نہیں دکھا سکتے کہ یہ آذان جو کہ اب شیعہ پڑھتے ہیں نبی پاک کے یا ائمہ اہلبیت کے زمانہ میں کسی نے پڑھی ہو۔ بلکہ اس کے برعکس شیعوں کی صحاح اربعہ میں موجود ہے کہ جو شخص آذان میں علیٌّ وَلِیُّ کہتا ہے وُہ لعنتی ہے۔

"والمفوضۃ لعنھم اللہ قد وضعوا اخبارًا وزادوا فی الاذان محمد وآل محمد خیر البریہ مرّتین وَفِی بعضِ روایاتِھم بعد اشھد ان محمدًا رسول اللہ اشھد ان علیًّا وَلِی اللہ مرّتین"

حوالہ۔ "من لا یحضر الفقیہ" ص۹۳ باب الآذان واقامت

ترجمہ: "فرقہ مفوضہ نے کہ اللہ ان پر لعنت کرے۔ کچھ جھوٹی حدیثیں اپنے دل سے گھڑیں اور آذان میں مُحمّدٌ وَآلِ مُحمّد خیر البریّہ دو مرتبہ بڑھایا اور ان ہی کی بعض روایات میں اشھد ان محمّد رّسُول اللہ کے بعد اشھد انّ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہ دو دفعہ موجود ہے۔" اور میں پُوچھتا ہوں کہ یہ تمام مذہب شیعہ کا ڈھانچہ یعنی ماتم، تابوت، گھوڑا اور عَلَم و تعزیہ کا دخول و خروج یہ تمام کام دین ہیں یا نہیں؟ اگر دین ہیں تو عہدِ رسالت میں ان کا وجود ثابت کرو اور دکھاؤ کہ یہ تمام چیزیں اس وقت موجود تھیں اگر کہو کہ یہ دین نہیں ہے تو ازراہِ کرم اُمّتِ مُسلمہ پہ رحم کرتے ہوئے اعلان کر دو کہ اُے گروہِ شیعہ کیوں جھگڑتے ہو یہ اُمور تو سراسر حرام ان کو دین متین سے دُور کا بھی واسطہ نہیں کیوں آئے دن ان امورِ ممنوعہ کی وجہ سے دنگا و فساد پھیلاتے ہو اور ان حرام اُمور کی حمایت کر کے کیوں دین سے بے دین ہو رہے ہو؟ یہ فیصلہ آپ کے انصاف پر چھوڑتا ہُوں اگر چہ امید انصاف ندارم۔ آخر میں سنیئے حدیثِ رسُولؐ جس سے ثابت ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوم۔ دیگر کلمات آذان کی طرح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعلیم کے مطابق صُبح کی آذان میں پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابُو محذورہؓ کو جو آذان حضور علیہ السّلام

نے تعلیم فرمائی اس میں یہ بھی فرمایا فان کان صلوٰۃ الصبح قُلتَ الصَّلوٰۃُ خَیرٌ مِنَ النَّوْمِ (مشکوٰۃ شریف ۔ باب الآذان ص۶۳) ترجمہ: "پس اگر صبح کی آذان ہو تو الصّلوٰۃ خیرٌ مِنَ النَّوم دو مرتبہ کہہ لے"۔ اور اس سے آپ کو اس قدر چڑ کیوں ہے جب کہ آپ کی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ ص۹۳ باب الآذان و اقامت میں موجود ہے کہ فرمایا امام جعفر علیہ السّلام نے "ولا بأس ان یقال فی صلوٰۃ الغداۃ علیٰ اثر حیّ علیٰ خیر العمل الصَّلوٰۃ خَیرٌ مِنَ النَّوم مَرَّتَین"۔

ترجمہ: فرمایا امام جعفر صادق علیہ السّلام نے کہ اگر صُبح کی آذان میں حیّ علیٰ خیر العمل کے بعد الصَّلوٰۃ خیرٌ مِنَ النَّوْم دو مرتبہ کہا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

سوال نمبر ۴: اصول فلسفہ ہے کہ کسی ایک چیز کے متعلق اگر دو آدمی آپس میں جھگڑ پڑیں تو دونوں جھوٹے ہو سکتے ہیں مگر دونوں سچے نہیں ہو سکتے۔ جب ایسا ہے تو جنگ جمل اور جنگ صفین کے طرفین کے بارے میں دونوں کس طرح سچے ہوئے جو صاحب غلطی پر تھے ان کی نشان دہی تو کرو کہ فلاں بزرگ سے خطا ہوئی کیا قاتل و مقتول دونوں جنّت میں جائیں گے (استغفر اللہ)

جواب: یہ سوال بھی سراسر جہالت پر مبنی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام و ہارون علیہ السّلام کا واقعہ جو کہ قرآن شریف میں ہے کیا اسکا یہی جواب ہے کہ ان میں سے معاذ اللہ کون جھوٹا اور کون سچّا ہے۔ کیونکہ یہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارون علیہ السّلام کو داڑھی اور سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا تو بتائیے کہ آپ کے اس خود ساختہ اصول کے مُطابق کس کو حق پہ اور کس کو باطل پہ کہیں گے۔ جبکہ دونوں عظیم الشّان پیغمبر ہیں وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗ اِلَیْهِ (الآیت)

ترجمہ: "اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا اور دُوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ یُوں فرماتا ہے۔ "قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ"

ترجمہ: "اے میرے ماں جائے نہ میری داڑھی پکڑو اور نہ میرے سَر کے بال"۔ اور

حسن بن علی و حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بعض معاملات میں اختلاف کے بارے میں کیا فیصلہ دیتے ہو جو کہ کتبِ شیعہ اور تاریخ میں موجود ہے اور اسی طرح حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سیّدہ فاطمۃ الزہرا کے جھگڑے کے بارے میں فرمائیے کیا حکم ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے "جلاء العیون" مصنفہ ملّا باقر مجلسی شیعہ مجتہد ص۷۶ تا ص۷۷

واقعہ (۱)۔ ابن بابویہ بسند معتبر روایت کردہ است کہ شخصے از حضرت صادق علیہ السلام پرسید کہ آیا آتش از پئے جنازہ مے تواں برد و مجمرہ و قندیل و امثال آں با جنازہ مے تواں برد پس رنگِ مبارک حضرت متغیّر شد فرمود کہ یکے از اشقیا نزدِ حضرت فاطمہ زہرا آمد و گفت علی ابن طالب دختر ابوجہل را خواستگاری نمود۔ حضرت فاطمہ آں ملعون را سوگند داد۔ آں ملعون سہ مرتبہ سوگند یاد کرد کہ آنچہ مے گویم حق است۔ حضرت فاطمہ بسیار متغیّر شد۔ زیرا کہ در جبلّت زنان غیرتے حق تعالیٰ قرار دادہ۔ چنانچہ بر مرداں جہاد واجب گردانیدہ واز برائے زنیکہ باوجود غیرت صبر کند ثوابے مقرّر فرمودہ مثلِ ثواب کسے کہ مرابطہ کند در سرحدِ مسلماناں از برائے خدا پس غمِ فاطمہ شدید شد و در تفکّر ماند تا شب شد۔ چوں شب در آمد۔ حضرت امام حسن را بر دوش راست و جناب امام حسین را بر دوش چپ گرفت۔ و دستِ امِّ کلثوم را بدستِ راست خود گرفتہ بہ حجرۂ پدر رفت چوں حضرت امیر بحجرہ در آمد حضرت فاطمہ را آنجا ندید غم آنحضرت شدید شد و بسیار عظیم نمود بر او و سبب آں حالت را ندانست شرم کرد کہ آنحضرت را از خانۂ پدر خود طلب نماید پس بیروں آمد بسوئے مسجد در نماز کرد بسیار پس بعضے از ریگ مسجد را جمع کرد و بر آں تکیہ فرمود، چوں حضرتِ رسالت حزنِ فاطمہ را مشاہدہ نمود۔ غسل کرد و جامہ پوشیدہ مسجد در آمدہ و پیوستہ در مسجد نماز مے کرد مشغول رکوع و سجود بود ہر دو رکعت نماز را کہ ادا مے کرد از حق تعالیٰ سوال مے نمود کہ حزنِ فاطمہ را زائل گرداند۔ زیرا کہ وقتے کہ از خانہ بیروں آمد۔ فاطمہ را دید کہ از پہلو بہ پہلو مے گردید و نالہ ہائے بلند مے کرد۔ چوں حضرت دید کہ اورا خواب نمی برد و قرار نمی گیرد۔ فرمود کہ برخیز اے دختر گرامی، چوں برخاست حضرت رسول امام حسن را

برداشت و حضرت فاطمہ جناب امام حُسین را برداشت و دست اُمّ کلثوم را گرفت و
از خانہ بسُوئے مسجد آمدند تا آنکہ نزدیک حضرت امیرالمؤمنین رسیدند و اُورا خواب بود
پس حضرت رسُول پائے خود بر پائے حضرت امیرالمؤمنین گذاشت و فشرد و فرمُود کہ
"برخیز اے اُبُو تراب بسا ساکنے را از جا بدر آوردہ برو و اُبُوبکر و عُمر و طلحہ را طلب"۔
حضرت امیر رفت و اُبُوبکرؓ و عمرؓ را از خانہ بیرون آورد چُوں نزد حضرت حاضر گردیدند
حضرت رسُول فرمود۔ "کہ یا علی مگر نمیدانی کہ فاطمہ پارۂ از تن من است و من از اویم
پس ہر کہ اُورا آزار کُند مرا آزار کردہ است و ہر کہ اورا آزار کند بعد از وفاتِ من چناں
است کہ آزار کردہ است اورا در حیاتِ من .... ہر کہ اُورا آزار کُند در حیاتِ من
چناں است کہ اُورا آزار کردہ باشد بعد از مرگِ من"۔ حضرت امیر عرض کرد۔ "بلے چنیں
است یا رسُول اللہ"۔ حضرت رسُول فرمُود "پس ترا چہ باعث شد کہ چنیں کارے کردی"۔
حضرت امیرالمؤمنین فرمُود "بخدائیکہ ترا براستی بخلق فرستادہ است سوگند یاد مے کنم
کہ ہیچ یک از آنہا کہ بفاطمہ رسیدہ است واقع نیست و بخاطر من خطور نکردہ است"۔

ترجمہ:۔ "ابن بابویہ نے معتبر سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت
امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پُوچھا کیا جنازہ کے ساتھ آگ لے جانا درست ہے یا نہ۔
پس حضرت امام علیہ السّلام کا رنگ متغیّر ہو گیا یعنی ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ ایک بدبخت
حضرت فاطمہ کے پاس آیا اور کہا کہ علی بن ابی طالب ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرنا
چاہتا ہے اور منگنی کر لی ہے۔ حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے اس ملعون سے قسم
طلب کی۔ اس ملعون نے تین مرتبہ قسم کھائی کہ میں جو کچھ کہتا ہُوں سچ ہے۔ حضرت
فاطمہ سخت غمناک ہو گئیں اور غیرت کی وجہ سے آپ کا دل زخمی ہو گیا۔ اس لیئے
کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی فطرت میں غیرت رکھ دی ہے جیسا کہ مردوں پر جہاد
واجب کر دیا ہے۔ اور جو عورت غیرت کے موقع پر صبر کر جائے اس کے لئے
ثواب مقرّر کیا ہے جتنا کہ اس غازی کو ملتا ہے جو مسلمانوں کی سرحد کی حفاظت میں
خُدا کی رضامندی کے لیئے بیٹھا ہُوا ہے۔ پھر حضرت فاطمہ کا غم بہت زیادہ ہو گیا

اور آپ سارا دن فکر میں رہیں یہاں تک کہ رات داخل ہو گئی تو حضرت فاطمہ نے امام حسن کو دائیں اور امام حسین کو بائیں بازو پر اُٹھایا اور اُمِّ کلثوم کے ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا اور اپنے باپ کے گھر چلی گئیں جس وقت حضرت علیؓ اپنے گھر تشریف لے آئے تو حضرت فاطمہ کو گھر میں نہ دیکھا۔ حضرت علیؓ بہت غمناک ہوئے اور اس حادثے کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ حضرت فاطمہ کو ان کے باپ کے گھر سے بلانے میں شرم دامنگیر ہُوا۔ پس حضرت علیؓ مسجد میں چلے گئے اور بہت نمازیں پڑھیں۔ پھر مسجد کی ریت جمع کر کے سرہانہ بنایا اور لیٹ گئے۔ جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت فاطمہ کے غم کا مشاہدہ کیا تو غسل کیا اور نئے کپڑے پہن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور بہت نمازیں پڑھیں اور رکوع و سجود میں مشغول رہے۔ ہر دوگانے کے بعد خدا تعالیٰ سے سوال کرتے تھے کہ فاطمہ کے غم کو زائل کرے۔ یہ اس لیئے کہ جس وقت حضور نبی کریم اپنے گھر سے باہر تشریف لائے تھے تو حضرت فاطمہ کو سخت بے چین دیکھا تھا۔ بے چینی کے سبب سے کروٹیں بدلتی تھیں اور لمبی لمبی آہیں کرتی تھیں۔ جب حضرت نبی کریمؐ نے دیکھا کہ فاطمہؓ کو نیند نہیں آتی اور سخت بے آرامی ہے۔ تو فرمایا اے میری پیاری بیٹی اُٹھ کھڑی ہو۔ حضرت فاطمہ اُٹھ کھڑی ہوئیں پس حضرت رسولؐ نے امام حسن کو اُٹھا لیا اور حضرت فاطمہؓ نے امام حسینؓ کو اُٹھا لیا اور اُمِّ کلثوم کا ہاتھ پکڑ لیا اور گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لے آئے یہاں تک کہ حضرت علیؓ کے پاس پہنچ گئے درآنحالیکہ آپ نیند میں تھے۔ پس حضرت رسولِ کریمؐ نے اپنے پاؤں کو حضرت علیؓ کے پاؤں پر رکھ کر دبایا اور فرمایا کہ اُٹھ! اے ابُوتراب بہت سے گھروں میں بسنے والوں کو تُونے خانہ بدر کیا ہے۔ "جا اور ابو بکرؓ، عمرؓ اور طلحہؓ کو بلا کے لے آ"۔ حضرت علیؓ تشریف لے گئے اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو ان کے گھروں سے بلا کے لے آئے۔ جب دونوں نبی کریمؐ کے یہاں حاضر ہو گئے تو آنحضورؐ نے فرمایا اے علیؓ کیا تُو نہیں جانتا کہ فاطمہؓ میرے بدن کا ایک ٹکڑا ہے اور میں اس سے محبت رکھتا ہُوں۔ پس جو شخص فاطمہؓ کو دکھ دیتا ہے وُہ مجھ کو دُکھ دیتا ہے اور جو شخص

فاطمہؓ کو میری وفات کے بعد دُکھ دیوے گا۔ وُہ ایسا ہے جیسا کہ اُس نے میری زندگی میں فاطمہؓ کو دُکھ دیا ہے اور جو شخص میری زندگی میں فاطمہؓ کو دُکھ دیتا ہے وُہ ایسا ہے جیسا کہ اُس نے میرے مرنے کے بعد دُکھ دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ واقعی اسی طرح ہے یا رسُول اللہ۔ پس حضورؐ نے فرمایا کہ تیرے لیئے کیا چیز اس کاروائی کا باعث ہُوئی ؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا "مجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو ساری مخلوقات کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے جو کچھ کہ فاطمہؓ کو پہنچا ہے۔ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی واقع نہیں ہوئی اور میرے دل میں اس چیز کا خیال بھی نہیں آیا"۔

واقعہ (نمبر ۲) : ملاحظہ ہو احتجاج طبرسی مطبوعہ نجف اشرف صفحہ ۶۵ تا ۶۶ نیز ناسخ التواریخ جلد چہارم از کتاب دوم صـ ۱۲۹ وصـ ۱۳۰ اور صـ ۱۳۱

"ارضِ فدک واپس دلوانے میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہُ نے حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی امداد نہ کی اور گھر میں بیٹھے رہے تو آپ نے فرمایا

یا بن ابی طالب اشتملت شملة الجنین وقعدت حجرة الظنین

اے پسرِ ابوطالب خویشتن بشملہ درپیچیدی مانند جنین در رحم ورُوی از خلق نہفتی چُوں مردم متہم"۔ ترجمہ :۔ "حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے ابُوطالب کے بیٹے۔ چادروں کے اندر چھُپ گئے جیسا کہ رحم کے اندر بچّہ چھپا ہُوا ہوتا ہے اور لوگوں سے چھُپ کر بیٹھ گئے ہو جیسا کہ تہمت والے لوگ آدمیوں سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں"۔ بابر صاحب فرمایئے مذکورہ بالا روایت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کس کو جھُوٹا اور کس کو سچّا کہیں گے۔ جعفر عن ابیہ ان علیاؓ علیہ السلام کان یقول لاھل حربہ انّا لم نقاتل ھم علی التکفیر لھم ولم نقاتل ھم علی التکفیر لنا ولکنّا رأینا انا علی حقّ ورأوا انھُم علی حقّ (قرب الاسناد صـ ۴۵)۔ ترجمہ : "جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک علی علیہ السلام اپنے محاربین کے متعلق فرماتے تھے بیشک ہم ان سے اس لیئے نہیں لڑے کہ وہ کافر تھے اور نہ ہی اس لیئے

کہ وُہ ہم کو کافر کہتے تھے بلکہ وجہ یہ ہُوئی کہ ہم نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا اور انہوں نے خود کو حق پر سمجھا۔"

قارئینِ کرام! انصاف سے فرمائیے کہ اس سے بڑھ کر اور واضح ترفیصلہ کُن حضرت علیؓ کا ارشاد ہوتے ہُوئے بھی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے کہ ہم کسی کو سچّا اور جھُوٹا کہہ سکیں اور الحمد للہ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السّلام کے اس ارشاد مُبارک کے مُطابق جو عین نظریہ اہلِ سُنّت ہے کہ وُہ سب بزرگ مجتہد تھے اور انہوں نے اپنے اجتہاد پر عمل کرتے ہُوئے کوئی گناہ یا معصیّت نہیں کی۔

اور بتائیے کہ حضرت علی کو ابُوتراب کا لقب ملنے کی کیا وجہ ہے؟ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیں نیز حضرت عباس عمّ رسُول صلے اللہ علیہ وسلّم اور حضرت علیؓ کے اختلاف کے متعلّق کیا فتویٰ ارشاد ہوتا ہے اور اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہُ اور حضرت عقیل بن ابی طالبؓ برادرِ بزرگ سیدنا علیؓ کے متعلق کیا فیصلہ ہے؟ جنہوں نے حضرت علیؓ کے مخالف حضرت امیر معاویہؓ کی فوج میں شمولیّت کر لی تھی۔ ثبوت کے لیئے دیکھیئے تاریخِ اسلام اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ص ۴۵ اور بتائیے کہ یہ آپ کا خود ساختہ اصول آپ نے فلسفہ کی کس کتاب میں پڑھا۔ نام اور صفحہ تحریر فرمائیں ؎

جاؤ گے تم کہاں اہلِ سُنّت کو چھیڑ کر!

رکھ دیں گے ہم ترے مذہب کے بخیئے ادھیڑ کر

سوال نمبر ۵: کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السّلام میں سے کسی ایک نبی کی مثال پیش کی جا سکتی ہے کہ پیغمبر کے انتقال پر اُمّت نے اپنے نبی کے جنازہ پر خلیفہ کے انتخاب کو فوقیّت دی ہو اگر کوئی مثال ماسلف میں نہ ملے تو اُمّت مُصطفےٰ نے ایسا کرنا کیوں کر مناسب سمجھا؟

(بحوالہ "دعوتِ فکر دینی" مصنّفہ بار علی خاں شیعہ ص ۳)

جواب: یہ سوال بھی سراسر جہالت اور دجل و فریب پر مبنی ہے۔ انبیاء سابقہ علیہم السّلام کے خلفاء تو نبی ہوتے تھے ان کے متعلّق یہ سوال تب ہوتا جب وُہ غیر نبی ہوتے۔

آپ نے تو یہ سوالات کسی اشتہار سے نقل کیئے ہیں اِس لیئے آپ کو کیا علم ہو سکتا ہے کہ سابقہ نبیوں کے خلفاء کون تھے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ سابقہ نبیوں میں سے کسی ایک نبی کا بھی ایسا خلیفہ ہوا ہے جس کی خلافت کا اعلان اللہ تعالٰے اور اُس کے رسُول نے نام لے کر کر دیا ہو لیکن اُس کے بعد اُمّت نے اُس کو خلیفہ نہ بننے دیا ہو۔ کوئی ایک مثال پیش کرو۔

سوال نمبر ۶ : دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے وعدہ نصرت کیوں نہ فرمایا کیا یہ دونوں بزرگ دعوتِ ذوالعشیرہ میں شامل نہ تھے تو رسول اللہ کے قریبی کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ بحوالہ" دعوت فکر دینی" مصنفہ بابر علی خاں شیعہ صـ۴

جواب : اے شیعو! خدا سے ڈرو۔ کیوں کتاب وسنّت کو چھوڑ کر دُور جا رہے ہو۔ دعوت ذوالعشیرہ میں آخر ہُوا کیا تھا؟ یہی نا کہ آپ نے جملہ بنی ہاشم کو تبلیغ فرمائی۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تبلیغ فرمائی ہو اور سیدنا صدیق اکبرؓ نے انکار کر دیا ہو۔ خلیفۃ الرسُول سیّد صدیق اکبرؓ تو وُہ ہیں کہ خُدا کی زمین پر سب سے پہلے جس نے رسُولِ خُدا کی دعوتِ اسلام پر لبّیک کہا اور سب سے قبل دعوت حق کو قبول کرتے ہُوئے حمایتِ اسلام میں دل وجان سے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہُوئے اور آپ ہی کی دعوت پر جیّد صحابہ کرامؓ مثلاً امام مظلوم سیّدنا عثمان ذوالنّورین اور زبیر بن عوام حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ سیّدنا صدیقِ اکبر کا سب سے پہلے اسلام لانا کُتبِ تواریخ کے علاوہ شیعوں کی معتبر کتاب" مجمع البیان جلد ۳ صـ۶۵" میں بھی موجود ہے۔ اوّل من اسلم بعد خدیجۃ ابوبکرٍ۔ (ترجمہ) :-

حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے حضرت ابُوبکر ایمان لائے۔ بابر بیچارے کو کیا علم کہ دعوت ذوالعشیرہ کسے کہتے ہیں۔ سُنیئے کہ وُہ کیا تھی۔

"صحیحین میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہُوئی تو حضور صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے پکارا" یا بنی فہر یا بنی عدی جتنے قریش کے قبائل تھے ان کے نام لے لے کر بلایا" یہاں تک کہ سب جمع ہو گئے اور جو خود نہ آسکا

اُس نے کوئی آدمی بھیج دیا جو بات سُن کر اُسے بتائے۔ جب سب اکٹھے ہو گئے تو حضور نے فرمایا کہ "اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس وادی میں سوار کا دستہ ہے جو تم پر شب خون مارنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات مانو گے۔ سب نے جواب دیا ضرور مانیں گے کیونکہ آجتک ہم نے آپ کو غلط بیانی کرتے ہوئے نہیں سُنا۔ حضور نے فرمایا سُنو "فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید کہ میں تمہیں عذاب شدید آنے سے پہلے متنبہ کر رہا ہوں کہ کفر و شرک سے باز آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مان لو ورنہ تمہیں برباد کر دیا جائے گا۔ گستاخ ابُولہب اُنگلی سے اشارہ کر کے کہنے لگا تبّاً لک سائر الیوم الہٰذا جمعتنا "تمہیں سارا دن خرابی ہو۔ کیا تو نے اس لیئے ہمیں جمع کیا"۔ حضور خاموش رہے لیکن اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیتے ہوئے پوری سُورت نازل فرمائی جس کی پہلی آیت ہے۔ تبّت یدا ابی لہبٍ وّتبّ ۞" یہ ہے مختصر واقعہ دعوت ذوالعشیرہ کا، بتائیے اس میں کون سی بات قابلِ اعتراض ہے جو جناب کو نظر آئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے سوائے اشتہار کے کچھ نہیں پڑھا۔

سوال نمبر ۷: جب حضرت ابُوبکرؓ بقول اہلسنّت تمام اُمّتِ محمّدیہ سے افضل ہیں تو بوقت مؤاخات یعنی جب رسُولِ خدا نے بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت ابوبکر کو کیوں نہ اپنا بھائی بنایا جبکہ تاریخ شاہد ہے کہ آنحضرتؐ نے دعوت ذوالعشیرہ اور مدینہ منورہ میں تشریف لانے پر بوقت مؤاخات فرمایا۔ "یا علی انت اخی فی الدنیا والاٰخرۃ"۔ انصاف مطلوب ہے۔

(بحوالہ "دعوت فکر دینی" مصنفہ بابر علی خاں صہ)

جواب: یہ سوال بھی بابر صاحب نے جہالت اور دُشمنی اسلام کی وجہ سے کیا ہے ورنہ سرورِ کائناتؐ نے سیدنا حضرت صدیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ کو بھی اپنا بھائی فرمایا ہے۔ کتب احادیث کا مطالعہ کرنے والے کو اس کا پورا علم ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو "عن عبداللہ بن مسعود عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم قال لو کنتُ مُتّخذاً خلیلاً لاتّخذتُ ابابکرٍ خلیلاً ولٰکنّہ اخی وصاحبی وقد اتّخذ اللہ صاحبکم خلیلاً۔" رواہ مُسلم ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے وہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے

راوی ہیں فرمایا اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا لیکن وُہ میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں اور اللہ نے تمہارے صاحب کو دوست بنایا۔ روایت کی ہے اس کو مُسلم نے اور دُوسری حدیث کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا وَ لٰکِن اُخُوَّۃُ الاسلامِ وَمَوَدَّتُہٗ۔ ترجمہ: لیکن اسلام کا بھائی چارہ اور اس کی دوستی ہے۔"

اسی طرح حضورؐ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھائی فرمایا چنانچہ ملاحظہ ہو:

حدیث نمبر (۱): عن عمر انّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لہٗ لا تنسنا یا اخی من دعائک۔

حدیث نمبر (۲): عن عمر ایضاً انّ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قال لہٗ یا اخی اشرکنا فی صالح دعائک ولا تنسینا۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے آپ سے فرمایا اے میرے بھائی اپنی نیک دعاؤں میں مجھے نہ بھولنا (الصواعق المحرقہ ص۹۸) نیز شیخین کریمینؓ کو حضرت علیؓ نے بھی اپنا بھائی فرمایا (نہج البلاغۃ ص۵۵۱)

بلکہ حضرت علی علیہ السّلام نے تو حضرت امیر معاویہ اور دُوسرے محاربین کو اپنا بھائی فرمایا ہے ملاحظہ ہو "قرب الاسناد" ص۴۵ جعفر "عن ابیہ ان علیاً علیہ السّلام لم یکن ینسب احدا من اھل حربہ الی الشّرک ولا الی النفاق و لکن یقول ھم اخواننا بغوا علینا"۔ ترجمہ: "جعفر اپنے باپ سے روایت کرتا ہے بیشک علی علیہ السّلام اپنے محاربین میں سے کسی کو بھی شرک اور نفاق کیطرف منسوب نہیں کرتے تھے لیکن فرمایا کرتے تھے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہم پر بغاوت کی"۔ قارئین کرام ایمان سے بتائیے کہ حضرت علی کے اس فیصلہ کن ارشاد مُبارک کے ہوتے ہوئے بابر صاحب کے مؤقف کی نوعیت کیا رہ جاتی ہے۔

یہ بات بھی ناقابلِ فراموش ہے کہ بابر صاحب کی پیش کردہ حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمرؓ ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ بابر صاحب کیا آپ کا ایمان اپنی پیش کردہ

حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمرؓ پر ہے؟ تو جب شیعوں کا ایمان حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر نہیں اور ان کے نزدیک معاذاللہ وُہ مسلمان ہی نہیں تو ان کی بیان کردہ حدیث کس طرح قابلِ قبول ہو سکتی ہے اور جب حدیث ہی ناقابلِ اعتبار ہو تو اس سے استدلال کب صحیح ہوگا اور جب استدلال ہی غلط ہُوا تو سوال کیسا۔

قارئینِ کرام! صحابہ کرامؓ کے انکار سے جہاں یہ خرابی لازم آتی ہے کہ تمام دین قرآن وحدیث مطعون ومشکوک ہو جاتا ہے کیونکہ تمام دین اسلام بواسطہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہم تک پہنچا ہے۔ ان پر طعن دراصل دینِ اسلام پر طعن ہے۔ وہاں یہ بھی خرابی لازماً آتی ہے کہ حضرت سیدنا علی وسیدنا حسن وحسینؓ وجناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل ومناقب کا باب ختم ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ جن احادیث میں ان حضرات کے فضائل ومناقب وارد ہوئے ان کے راوی بھی تو صحابہ کرامؓ ہی ہیں۔ جب وُہ معیارِ حق اور سچے نہ رہے بلکہ شیعہ مذہب کے مُطابق مُسلمان ہی نہ رہے معاذاللہ۔ تو ان کی بیان کردہ احادیث خود بخود درجہ اعتبار سے ساقط ہو جائیں گی اور پھر وہی بات بنے گی جو شیعہ چاہتے ہیں کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ علاوہ ازیں حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ نے موضوعات کبیر میں حرف یا کے بیان میں فرمایا وَقَدْ قَالَ بعض المحققین ان وصایا عَلِیّ المُصَدَّرَۃ بیاء النداء کلّھا موضوعۃٌ غیر قولہٖ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام یا علی انت مِنّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ اِلّا انّہٗ لَانبیّ بعدی۔ ترجمہ: بعض محققّین کہتے ہیں کہ علی کے بارے وُہ وصیّتیں جن کا کلمہ ندا یہ ہے سب کی سب موضوع ہیں سوائے اس حدیث کے یا علی انت مِنّی بمنزلۃِ ھارون من موسیٰ (الخ)!

سوال نمبر ۸: اہلِ سُنّت کی حدیث کی کتابوں میں حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عائشہ وغیرہ ہم سے کثرت سے احادیث پیغمبرؐ مروی ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت المرتضیٰؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت امام حسن، اور حضرت امام حُسینؓ سے احادیث کثرت سے بیان نہیں ہوئیں جبکہ حضورؐ پرنور نے فرمایا۔ "اَنَا مَدِیْنَۃُ العِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا"

کیا حضرت علیؓ کو پیغمبر کے پاس رہنے کا موقع کم ملا تھا؟

بحوالہ "دعوتِ فکر دینی" صد۴ مصنفہ بابر علی خاں شیعہ

جواب: صحابہ کرامؓ کے احوال اور مشاغل مختلف تھے۔ خلفائے راشدین علیہم السلام نے احتیاط اسی میں خیال فرمایا کہ قرآن مجید کو جمع کر کے وعدۂ الٰہی کے مطابق ہر قسم کے تغیر و تحریف سے محفوظ کر دیا جائے اور احادیث کو کم روایت کرنا بوجہ احتیاط کے تھا کیوں کہ وہ اسی میں احتیاط سمجھتے تھے ورنہ کیا وجہ ہے کہ کُتبِ حدیث اہلسنّت میں خلفائے راشدین علیہم الرضوان سے بھی روایات بہت کم ملتی ہیں بلکہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے خلفائے ثلاثہؓ کی نسبت زیادہ روایات کُتبِ اہلسنّت میں موجود ہیں تو کیا اہلِ سُنّت کی کتابوں میں خلفائے ثلاثہؓ سے روایات کا کم منقول ہونا اس کی دلیل ہے کہ معاذاللہ اہلِ سُنّت ان کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے؟ بابر صاحب اس کی وجہ آپ ہم سے کیوں پُوچھتے ہیں؟ اپنی معتبر کتب سے ہی کیوں نہیں دیکھ لیتے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو "نہج البلاغۃ"۔

"جنابِ مرتضیٰ نے بچپن سے لے کر وفاتِ نبویؐ تک کامل تیس سال آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت و رفاقت میں بسر کیئے۔ اسلیئے ارشاداتِ نبویؐ کے سب سے بڑے عالم آپ ہی تھے۔ پھر تمام اکابر صحابہؓ میں وفاتِ نبوی کے بعد سب سے زیادہ آپ نے عُمر پائی۔ یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد تقریباً تیس برس تک ارشاد و افادات کی مسند پر جلوہ گر رہے۔ خلفائے ثلاثہؓ کے عہد میں بھی یہ خدمت آپکے سپُرد رہی۔ ان کے بعد خود آپ کے زمانہ خلافت میں بھی یہ فیض بدستور جاری رہا اسلیئے تمام خلفاءؓ میں احادیث کی روایت کا زمانہ آپ کو سب سے زیادہ ملا۔ اسی لیئے خلفائے سابقین کے مقابلہ میں آپ کی روائتوں کی تعداد زیادہ ہے لیکن احادیث کی روایت میں آپ بھی اپنے پیش رو خلفاءؓ اور اکابر صحابہؓ کی طرح محتاط اور متشدد تھے۔ اسی لیئے دُوسرے کثیر الروایۃ صحابہؓ کے مقابلہ میں آپ کی روائتیں بہت کم ہیں۔ چنانچہ آپ سے کُل پانچ سو چھیاسی حدیثیں مروی ہیں۔" نہج البلاغۃ صد۲۵ اور جب کہ سیدنا حضرت عُمر فاروق علیہ السلام سے کُل حدیثیں پانچ سو اُنچاس اور سیدنا صدیقِ اکبر اور امام مظلوم

سیدنا عثمان ذوالنورین علیہم السّلام سے اس سے بھی کم حدیثیں مروی ہیں۔ آپ بتائیے کہ کتب شیعہ میں دشمنانِ اُئمہ سے (جن پر امام بر سرِ عام لعنت کرتے رہے) کثرت سے کیوں روایات موجود ہیں۔ تسلّی کے لئے دیکھئے "رجال کشی ص ۹۵"۔ "قال اصحاب زرارة من ادرك زرارة بن اعين فقد ادرك اباعبدالله"۔

ترجمہ: "اصحاب زرارہ کہتے ہیں کہ جس نے زرارہ کو پالیا اس نے امام جعفر صادق کو پالیا"۔ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کسی کی تعریف کیا ہوسکتی ہے؟ مگر سوال تو امانت و دیانت اور کردار کا ہے۔ اس کے متعلق ملاحظہ ہو "حق الیقین" اُردو صفحہ ۲۲۷ "یہ حکم ایسی بات کے حق میں ہے جن کی ضلالت پر صحابہ کا اجماع ہے جیسا کہ زرارہ اور ابوبصیر"۔

یعنی زرارہ اور ابوبصیر بالاجماع گمراہ ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جو خود گمراہ ہے وہ دُوسروں کی راہنمائی کیا کرے گا۔ جس راہ پر وُہ خود چلا ہے دُوسروں کو بھی اُسی راہ پر چلائے گا۔ قال "اے امام" "نعم زرارة شرٌ مِنَ الیهودِ والنّصٰرٰی وَ من قال ان الله ثالث ثلاثة" رجال کشی ص ۱۰۷ (ترجمہ): "امام جعفر نے فرمایا کہ زرارہ تو یہود و نصریٰ اور تثلیث کے قائلین سے بھی بُرا ہے"۔

امام جعفر کا زرارہ کو قائلینِ تثلیث سے بھی بُرا قرار دینا خالی از علت نہیں اور نہ نری شاعری ہے اسلئے یہ مراد ہوسکتی ہے کہ امام نے زرارہ کے متعلق آگاہ کردیا کہ جسطرح قائلین تثلیث نے دینِ حق سے مُنہ موڑ کر تثلیث کا عقیدہ گھڑ لیا اور ایک مخلوق کو گمراہ کیا اسی طرح زرارہ بھی دینِ اسلام سے منحرف ہو کر ایسے عقائد گھڑے گا کہ ایک دُنیا گمراہ ہوجائے گی اور واقعی امام کا خدشہ درست ثابت ہُوا۔

امام جعفر نے فرمایا: "لعن الله زرارة، لعن الله زرارة، لعن الله زرارة"۔ رجال کشی ص ۱۰۱

ترجمہ: "یعنی امام جعفر نے تین مرتبہ فرمایا کہ اللہ لعنت کرے زرارہ پر"۔ کتبِ شیعہ کا مطالعہ کرنیوالوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ زرارہ شیعہ مرویات کا رئیسِ اعظم ہے جس کو امام نے باتاکید ملعون قرار دیا اور ایسا ہی حال شیعہ کے دُوسرے راویوں کا ہے چونکہ زرارہ ان

سب کا استاد ہے"۔ "نظام شریعت اور فقہ جعفریہ" تالیف جناب چوہدری امان اللہ لک ایم اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ گجرات۔ بابر صاحب اب بتائیے کہ دشمنانِ ائمہ بے ایمانوں منافقوں سے تم روایات لیتے ہو یا ہم سوچ سمجھ کر جواب دیں بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ مذہبِ شیعہ کو خیرباد کہہ کر مذہب حق اہلسنّت کو تسلیم کریں اللہ تعالیٰ توفیق دے (آمین)

سوال نمبر۹ : اگر کوئی خلیفہ وقت کو نہ مانے اور اس کی علی الاعلان مخالفت کرے تو اس کی سزا کیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ بی بی عائشہ اور معاویہ نے تو خلیفۂ وقت حضرت علی سے جنگیں کی ہیں۔ ان کے واقعات جنگ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فتویٰ صادر فرمائیں کہ خلیفہ رسولؐ کی مخالفت کرنے والوں کی سزا کیا ہے؟ (انصاف مطلوب ہے) بحوالہ "دعوتِ فکر دینی" ص۴ مصنفہ بابر علی خاں شیعہ

جواب : یہ سوال تو تب ہوتا کہ اگر انعقادِ خلافت ہو چکنے کے بعد انکارِ خلافت کرتے اور شیعہ ان دونوں باتوں کو ثابت نہیں کر سکتے۔ قبل از انعقادِ خلافت ایک دوسرے کے خلاف رائے دینا بالکل درست اور جائز ہے۔ باقی آپ یہ بھی نہیں دکھا سکتے کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا اور حضرت امیر معاویہؓ نے کسی وقت یہ فرمایا ہو کہ ہم خلافت علیؓ کو نہیں مانتے۔ پہلے یہ ثابت کریں اور پھر سوال کریں اذ لیس فلیس ان کے مابین جو وجہ اختلاف کی تھی اس کی تو شاید آپ جیسے جہلا کو ہوا تک نہ لگی ہو۔ آئیے ہم آپ کو اس اختلاف کی وجہ حضرت علی سے سنواتے ہیں

وَکَانَ بَدْءُ اَمْرِنَا اِنَّا الْتَقَیْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ اَھْلِ الشَّامِ وَالظَّاھِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِیَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِی الْاِسْلَامِ وَاحِدَۃٌ وَلَا نَسْتَزِیْدُھُمْ فِی الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ وَالتَّصْدِیْقِ بِرَسُوْلِہٖ وَلَا یَسْتَزِیْدُوْنَنَا اَلْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِیْہِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْہُ بُرَآءُ (نہج البلاغۃ ص۸۱۱)

ترجمہ: "معاملہ اس طرح شروع ہوا کہ ہم اور شامی مقابلے پر نکلے۔ ظاہر ہے ہم سب کا پروردگار ایک، ہمارا نبی ایک، ہماری دعوتِ اسلام ایک تھی۔ نہ ہم ان سے ایمان باللہ

اور تصدیق رُسلؑ میں کسی اضافے کا مطالبہ کرتے تھے نہ وُہ ہم سے کرتے تھے۔ ہم سب ایک تھے۔ اختلاف تھا تو صرف عثمان کے خُون میں تھا۔ حالانکہ اس خون سے ہم بالکل بری الذمہ تھے“۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ارشادِ مُبارک سے واضح ہوگیا کہ ان میں اِختلاف صرف خونِ عثمانؓ میں تھا۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ اور حضرت امیر معاویہؓ کا آپ سے اس کے علاوہ کوئی اور اختلاف نہیں تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص لینے کا حضرت علی سے فوری مطالبہ کرتے تھے اور آپ اپنی مجبُوری کو ظاہر کرتے رہے۔ علاوہ ازیں حضرت امیر معاویہؓ نے خونِ سیدنا امام مظلوم عثمان ذوالنّورینؓ کے قصاص کا مطالبہ کرکے کون سا جُرم کیا؟ یہ تو عین تقاضائے حکم خداوندی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی (الآیت)۔ ترجمہ: ”اے ایمان والو تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خُون کا بدلہ لو“۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہؓ کا مطالبۂ قصاص بالکل قرآن کے حکم کے مطابق تھا۔ البتّہ کوئی خارجی یہ سوال کرے کہ حضرت علیؓ نے قرآن کے حکم کے مُطابق سیّدنا امام مظلوم ذُوالنّورین کے قاتلوں سے قصاص کیوں نہیں لیا؟ چُونکہ از رُوئے قرآن یہ ضروری تھا اور امام مظلوم سیدنا عثمان ذُوالنّورینؓ کا قصاص نہ لینا صریحاً خلافِ قرآن وسُنّت ہے تو اس کا کیا جواب دوگے۔ یہ وہی سیدنا عثمان ذوالنّورین علیہ السّلام ہیں جن کے قتل کی افواہ سُنتے ہی حضُور پُر نور سیّد عالم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ جاننے کے باوجُود کہ حضرت عثمان ہنوز خیر وعافیت سے زندہ ہیں۔ قصاصِ عثمان کا بے مثال طریقہ سے اہتمام اور ارادہ فرمایا۔ کیوں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ جانتے تھے کہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ میرے پیارے عثمان کو اسلام دشمن عناصر اور فتین قسم کے لوگ انتہائی بے رحمی اور سنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوُئے ظلماً شہید کرڈالیں گے تو میرا یہ اہتمام قصاصِ عثمانؓ اس وقت راہنمائی کا کام دے گا۔ تو سیّدنا حضرت امیر معاویہؓ نے یہ مطالبہ اُٹھا کر سُنّتِ رسُولِ مقبولؐ پر عمل کیا تو کیوں کر

قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے؟ اور حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ سلامُ اللہ علیہا پر جنگ کا الزام لگانے والو! اس اعتراض کا آپ کے پاس کیا جواب ہے کہ حضرت سیّدہ کائنات عائشہ بنتِ صدیق رضی ازروئے قرآن اہلِ ایمان کی ماں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اَلنَّبِیُّ اَولیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ"۔ ترجمہ: "نبی مومنوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں" اور دُوسری جگہ اللہ جلّ مجدہٗ قرآن میں حکم فرماتا ہے کہ ماں باپ کے سامنے اُف تک نہ کرو۔ "فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا۝ الآیت۔ ترجمہ: تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا" تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ماں سے جنگ کیوں کی؟ وُہ اللہ تعالیٰ جو ماں کو اُف تک کہنے سے اُولاد کو منع کرتا ہے وہ اس بات کی اجازت دے سکتا ہے کہ لشکر لے کر ماں پر چڑھائی کردو اور یاد رہے کہ مدینہ پاک سے پُوری فوج لے کر بجانب بصرہ روانہ ہونے والے بھی آپ ہیں اور وہاں جاکر حملہ آور بھی آپ ہی ہوئے۔ اَے قوم روافض دینِ متین کی دشمنی سے باز آجاؤ کیونکہ ایسے لغو اور فضول اعتراضات سے جو آپ لوگوں کا شیوہ بن چکا ہے۔ کوئی ذات بھی بچ نہیں سکتی ؎

کیوں دوستی کے پردے میں کرتے ہو دُشمنی
کیوں دامنِ ادب کی اُڑاتے ہو دھجّیاں

اسی لیئے علمائے اہلِ سُنّت نے یہ فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے آپس کے معاملات میں نہ پڑو ورنہ دولتِ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ علماء فرماتے ہیں کہ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ مُبارکہ کے پیشِ نظر اس شخص کا اسلام میں کوئی حصّہ نہیں جو صحابہ کرامؓ سے محبّت وعقیدت نہ رکھے یا ان کے واسطے دُعا نہ کرے اور ان سے کینہ پیدا ہونے سے پناہ نہ مانگتا رہے۔ مشاجراتِ صحابہؓ کے متعلق صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین و اولیاء کاملین کا عقیدہ ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی بُرا بھلا کہنے والا بد دین ہے اور یہ بات خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اللہ تعالیٰ نے اُمّت

کے مُرشد و مُربّی اور محبوب و متبوع کا منصب عطا فرمایا ہے۔ قرآن و حدیث میں ان کے نقش قدم کی پیروی کرنے اور ان سے عقیدت و محبّت رکھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ ان کی برائی و عیب جوئی کو ناجائز و حرام بلکہ موجبِ لعنت فرمایا گیا ہے اور صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا ایمان مشتبہ و مشکوک ہے۔

حدیث: "وعن عبداللہ بن مغفل قال قال رسول اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذو ھُم غرضاً مِن بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے میرے صحابہؓ کے متعلق اللہ سے ڈرو۔ میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو پھر اللہ سے ڈرو میرے بعد انہیں نشانہ نہ بناؤ کیوں کہ جس نے ان سے محبّت کی تو میری محبّت کی وجہ سے ان سے محبّت کی اور جس نے ان سے بُغض رکھا تو میرے بُغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اُس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اُسے پکڑے" اور اسی لیے سیدنا حضرت علیؓ نے سیدنا حضرت امام حسن مجتبےٰؓ کو وصیت فرمائی۔ "واز خدا بترسید درباب اصحابؓ پیغمبرؐ خود و رعایت نمائید آنہارا کہ بدعتی در دین خدا نکردہ اند و صاحب بدعتی را پناہ ندادہ اند بدرستیکہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم وصیت نمود در حق ایں گروہ از صحابہؓ خود۔" جلاء العیون صد ۲۱۱

ترجمہ: حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے صحابہؓ کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور ان کی رعایت کرنا کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے دین میں کوئی بدعت نہیں کی۔ اور نہ ہی کسی بدعتی کو اپنے پاس پناہ دی۔

حدیث: " اذا رایتم الذین یسبّون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہِ علی شرّکم
ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ جب تم ان کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو برا

کہتے ہیں تو کہو تم پر اللہ کی لعنت ہو۔" (مشکوٰۃ شریف)

حدیث: "واذا ذکر اصحابی فامسکو (الحدیث مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: جب میرے صحابہؓ کا ذکر ہو تو بجز خیر اپنی زبانوں کو روک رکھو۔"

مشاجرات صحابہؓ کے متعلق تابعین اور ائمہ مجتہدین و اولیاء کاملین کا نظریہ ملاحظہ ہو۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ الاحمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی توقیر و تعظیم کا قائل نہیں وہ درحصل حضور پر ایمان ہی نہیں لایا۔" صحابہ کرامؓ کے ادب و احترام کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے اور ان سے بجز خیر کفِّ لسانی کا حکم ہے۔ ان کی عظمت و شان اور ادب و احترام کو جزوِ ایمان قرار دیا۔ ان کے متعلق کوئی ایسا حرف زبان سے نہ نکالے جس سے ان میں سے کسی کی تنقیص یا کسرِ شان ہوتی ہو یا ان کے لئے سبب ایذا بن سکتی ہو کیونکہ ان کی ایذا خدا کے محبوب حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا ہے۔

حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

"ارشاد فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا ذکر ہمیشہ خیر ہی سے کرنا چاہیئے ورنہ زبان کو ذکرِ صحابہؓ سے روک ہی رکھے یعنی برائی نہ کرے۔" فقہ اکبر

حضرت امام مالکؒ کا قول

"جو شخص کسی صحابیٔ رسول کو برا کہتا ہے وہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد کی گرفت میں آجاتا ہے لِیَغِیظَ بِھِمُ الکُفَّار تاکہ کفار کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے۔" پس صحابیٔ رسولؐ سے غیظ کفار کی علامت اور پہچان قرار دی گئی اور پھر حضرت امام مالک نے پورا رکوع سورۃ فتح سے "مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ" کا تلاوت فرمایا نیز امام مالک کا قول مبارک حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ اپنے مکتوب میں نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو بھی خواہ ابوبکر و عمر و عثمان ہوں یا معاویہ اور عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں برا کہے تو اگر کفر و فسق کا الزام لگائے تو اُس کو قتل کیا جاوے گا اور اس کے علاوہ اگر گالیوں میں کوئی گالی دے تو اُسے

سخت سزادی جائے گی۔" اور حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی الشیخ الاحمد فاروقی سرہندی نور اللہ مرقدہٗ صحابہ کرامؓ کی حقانیت وصداقت کا انکار کرنے کی وجہ سے جو گمراہ کن نتائج نکلتے ہیں ان کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "پس باید کہ نزد ایں ہاں بد ترین (د) اُمّت صحابہ کرامؓ باشند و بد ترین صحبت ہا صحبت خیر البشرؐ بود علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

(ترجمہ): تو چاہیئے کہ ان کے نزدیک اِس اُمّت کے بد ترین لوگ صحابہ کرام ہوں "نعوذ باللہ من ذالک" اور سب صُحبتوں سے بد ترین صحبت رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہو "العیاذ باللہ"، کہ جب جن حضرات نے براہِ راست سیّد الاوّلین والآخرین سے دین پڑھا اور سیکھا اور آپ نے پُورے تیس برس شب و روز ان کی تعلیم و تربیّت فرمائی۔ جب وہی بد ترین اُمّت ٹھہرے تو نتیجہ خود بخود سامنے آجاتا ہے کہ معاذ اللہ رسُول خُدا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی صحبت تمام صُحبتوں سے بُری ہوئی جن کی صُحبت میں رہنے والے اتنے بُرے ہیں تو پھر آپ کی پوزیشن کیا رہ جاتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ایسے عقائد سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے اور آگے تحریر فرماتے ہیں کہ "مگر آیات قرآنی (د) واحادیثِ نبویؐ راکہ در فضل صحبتِ خیر البشر علیہ وعلیہم الصّلوٰۃ والسّلام و در افضلیت صحابہ کرام او علیہ وعلیہم الصّلوٰۃ والسّلام و در خیریتِ ایں اُمّت وارد شدہ اند ندیدہ اند و یا دیدہ اند وایمان بآں نداد ند۔ قرآن وحدیث بہ تبلیغ صحابہ کرامؓ بما رسیدہ است چوں اصحابؓ مطعون باشند دینے کہ از راہِ ایشاں بما رسیدہ است نیز مطعون خواہد بود نعوذ باللہ سبحانہٗ من ذٰلِکَ۔ مقصُود ایں جماعہ مگر ابطالِ دین است و انکارِ شریعت او علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰت والتسلیمات" مکتوب امام ربّانی حصّہ ششم دفتر دوم مکتوب سی و ششم۔

(ترجمہ): "شاید اُنہوں نے آیاتِ قرآنی واحادیث نبویؐ جو صحبت خیر البشر علیہ و علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور حضور کے صحابہ کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور اس اُمّت کی خیریّت افضلیّت میں وارد ہُوئی ہے نہیں دیکھیں یا اگر دیکھی ہیں تو ان پر ایمان نہیں رکھتے۔ قرآن وحدیث صحابہ کرامؓ کی تبلیغ سے ہم تک پہنچے ہیں جب صحابہ کرامؓ

مطعون ہوئے تو دین جو اُن کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے نیز مطعون اور ناقابلِ اعتماد ہوگا۔ نعوذ باللہ سبحانہ من ذٰلِكَ اس گروہ کا مقصود حضور علیہ وعلیٰ آلہ والصلوٰۃ والتسلیمات کے دین کا ابطال اور آپ کی شریعت کا انکار ہے۔"

(iii) "امام شافعی فرماید ونیز منقول از عمر بن عبدالعزیز است۔ تلكَ دِماءٌ طَهَرَ اللّٰهُ تعالیٰ عَنْهَا اَيدِينَا فالنطهر عَنْهَا اَلسِنَتَنا۔ ازیں عبارت مفہوم میشود کہ بحقیت یکے وخطائے دیگرے ہم لب نباید کشود"۔ حوالہ مکتوب امام ربانی حصہ ششم دفتر دوم مکتوب سی وششم۔

ترجمہ:۔ "امام شافعی فرماتے ہیں نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ یہ وُہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہمیں چاہیئے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں۔ اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایک کے حق ہونے اور دُوسرے کے خطا پر ہونے کے متعلق بھی لب کُشائی نہیں کرنی چاہیئے اور سب کو صرف نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیئے"۔

امام دوم امیر المومنین سیدنا عُمر فاروقِ اعظم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا کہتا ہے تو آپ نے غیظ وغضب کا اظہار فرماتے ہُوئے فرمایا مجھے چھوڑ دو تاکہ مَیں اس بدبخت کی زبان کاٹ دوں تاکہ آئندہ یہ نالائق اس قابل ہی نہ رہے کہ کسی صحابی رسُولؐ کو بُرا کہے اور حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کسی کو اپنے ہاتھ سے کوڑے نہیں مارے سوائے اس مجرم کے جس نے حضرت امیر المومنین معاویہؓ کی برائی کی تھی۔ اس گستاخ کو خود اپنے ہاتھ سے کوڑے مارے۔

امام ابوزرعہ امام مُسلم کے اُستاد کا قول مُبارک کہ "جب تم کسی کو دیکھو کہ وُہ کسی صحابیِ رسُولؐ کی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ یہ شخص زندیق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حق ہے اور رسُولِ خُدا حق ہیں اور جو دین خُدا کے محبُوب صلّی اللہ علیہ وسلّم لائے وُہ حق ہے اور ہم تک یہ سب حضرات صحابہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے واسطے سے پہنچا ہے تو جس نے صحابہ کرامؓ کو مجرُوح کیا اور عیب دار قرار دیا بیشک یہ شخص کتاب وسنّت کو باطل کرنا چاہتا ہے۔

پس اس بدبخت ہی کو ہمیں زندیق اور گمراہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔"

اے مسلمان بھائیو! اپنے عقائد کی تصحیح اور دولتِ ایمان کی حفاظت کے لئے علمائے اہلِ سُنّت سے رابطہ رکھنا نہایت ضروری ہے نیز کتب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حضرت داتا گنج بخش سیدنا علی ہجویریؒ اور حضور سیدنا غوثِ اعظم اور حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی اور رئیس العارفین امیر الکاملین محبّ النبی حضرت مولانا فخر الدین چشتی نظامی رحمہم اللہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ یعنی کتب اعلیٰ حضرتؒ عموماً اور مکتوبات امام ربّانی اور کشف المحجوب اور غنیۃ الطّالبین منسوبہ بنام سرکار غوثِ اعظم نظام العقائد المعروف بہ عقائد نظامیہ۔

آخر میں بندہ ناچیز مقبول احمد جو کہ عُلمائے ذوالاحترام کا خاکِ پا بھی نہیں واجب الاحترام علمائے کرام کی خدمتِ عالیہ میں انتہائی ادب و احترام سے عرض کرتا ہے کہ وہ علم عقائد کی کتابوں اور مذکورہ کُتب بزرگان کا مطالعہ ضرور فرمایا کریں، کیوں کہ امسال عُرس حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر ایک کتب خانہ میں میری ایک مولوی صاحب سے اُس وقت تلخ کلامی ہو گئی جس وقت انہوں نے یہ کہا کہ بھائی سُنّی شیعہ میں کوئی خاص فرق نہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

راقم الحروف سمجھتا ہے کہ یہ تمام خرابیاں عقائد سے جہالت اور عدمِ مطالعہ کی وجہ سے ہیں اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

اور عُلمائے اہلِ سنّت کا ان جنگوں کے متعلق یہ نظریہ ہے کہ وُہ حضرات نہیں چاہتے تھے کہ آپس میں لڑائیاں ہوں اور سب کے سب قرآن و سُنّت کے عالم و عامل، واقف اور سمجھنے والے تھے اور ان کی یہ جنگیں غلط فہمی کی بنا پر تھیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وُہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ آپس میں تنازعہ ہو مگر شر پسندوں نے جو کہ قاتلینِ امام مظلوم حضرت عثمان علیہ السّلام تھے۔ خود لڑائی شروع کر کے ان کے مابین غلط فہمیاں ڈال دیں اور وُہ حضرات علیہم الرضوان پُورے طور پر بری الذمہ ہیں۔ ان پر کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے اور اعتراض کرنے والے اہلِ سُنّت کے نزدیک بالاتفاق مردُود ملعون اور دشمنِ اسلام

ہیں۔

حضرت سیدنا علی علیہ السلام اور اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق صلوٰۃ اللہ علیہا دونوں چاہتے تھے کہ جنگ کی نوبت نہ آئے۔ جنگِ جمل کے بعد حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ "اے میرے بچو مجھ میں اور علیؓ میں کوئی جھگڑا نہیں" اور حضرت علیؓ نے فرمایا "کہ حضرت عائشہؓ ہماری ماں ہیں اور انکی تعظیم ہم پر واجب ہے۔" (نہج البلاغۃ صہ ۱۲۹)

سوال نمبر ۱۰ : جناب رسولِ خدا نے کئی بار فرمایا کہ "یا علی انت وشیعتک ھُمُ الفَائِزُوْنَ"۔ ترجمہ:۔ اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ ہی نجات یافتہ ہیں" تو کیا ایسی کوئی حدیث حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی حضرات کے لیئے بھی مل سکتی ہے۔

(بحوالہ دعوت فکر دینی صہ ۴ مصنفہ بابر علی خاں شیعہ)

جواب : کسی بھی صحیح حدیث میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ یہ سب دجل وفریب ہے ورنہ کسی معتبر و مستند حدیث شریف کی کتاب سے اس روایت کو پوری سند کے ساتھ ثابت کرو اور ایسا ہو بھی کب سکتا ہے جبکہ قرآن مجید میں لفظ شیعہ کا اطلاق کافر اور فسادی قوم پر ہوا ہے۔ ذیل میں آیات قرآنی لکھی جاتی ہیں۔

(۱) اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَھْلَھَا شِیَعًا۔ (پارہ ۲۰ پاؤ ۱)

"یعنی فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اہلِ ملک کو شیعہ بنا دیا"۔ (شیعو مُبارک ہو)

(۲) اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ (پارہ ۸ پاؤ ۲)

"یعنی جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہو گئے شیعہ شیعہ اے میرے حبیبؐ تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔

شیعہ کی مستند تفسیر عمدۃ البیان جلد ا صفحہ ۳۷۹ میں اس کا خلاصہ یوں لکھا ہے کہ اس جگہ شیعہ شیعہ کا لفظ یہود اور نصاریٰ وغیرہ پر استعمال ہوا ہے۔

(۳) قُلْ ھُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا (پارہ ۷ پاؤ ۳) یعنی اللہ اس بات پر قادر ہے کہ بھیجے عذاب

تم پر اُوپر سے اور تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تم کو شیعہ شیعہ بنا کر آپس میں لڑائے"۔ یعنی ایسے عذاب میں اللہ تم کو خراب کرے۔ عمدۃ البیان جلد ۱ صـ ۳۵۳ میں ہے کہ یہاں شیعہ شیعہ کا لفظ شریروں، فتنہ بازوں اور فسادیوں پر استعمال ہُوا ہے۔

(۱۷) وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا (پارہ ۲۱ پاؤ)

یعنی "اے لوگو! نہ ہو تم ان شیعوں سے کہ جنہوں نے فرقہ فرقہ ہو کر اپنے دین کو برباد کر دیا"۔ عمدۃ البیان جلد ۳ صـ ۱۳ میں لکھا ہے کہ یہاں شیعہ شیعہ مشرکوں، بُت پرستوں اور مخالفانِ دین یہود و نصاریٰ کو کہا گیا ہے۔

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (پارہ ۱۴ پاؤ ۱)۔ یعنی "ہم بھیج چکے ہیں اے رسُول تجھ سے پہلے شیعوں میں نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسُول مگر کرتے رہے ان سے ٹھٹھے"۔ عمدۃ البیان جلد ۲ صـ ۱۰۴ میں ہے کہ اس آیت میں شیعہ ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو خدا کے پیغمبروں کو ٹھٹھہ مخول کرنے والے کافر تھے۔

اور اسی طرح کی مکمل گیارہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے لفظ شیعہ کا کافر قوم پر اطلاق کیا ہے۔ چونکہ جواب مختصر دینا مقصود ہے۔ اسلیئے اتنا ہی کافی ہے (ماخوذ از آفتاب ہدایت) اور اسی طرح سیدنا امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم شیعوں کے متعلق فرماتے ہیں "قَالَ لِي ابو الحسن عليه السلام لَوْ مَيَّزْتُ شِيعَتِي مَا وَجَدْتُهُمْ اِلَّا وَاصِفَةً ولو امتنحتهم لَمَا وَجَدْتُهُمْ اِلَّا مرتدين" (کتاب الروضۃ صـ ۲۲۸)۔ ترجمہ: اگر میں اپنے شیعوں کو منتخب کروں تو نہ پاؤں گا ان کو مگر زبانی دعویٰ کرنے والے اور اگر امتحان کروں تو نہ پاؤں گا مگر مُرتد"۔ اور حضرت امام کاظم فرماتے ہیں "اِنَّ اللهَ غَضِبَ عَلَى الشِّيعَةِ اصولِ کافی صـ ۱۵۹۔ ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ شیعوں پر غضبناک ہوا۔ (شیعو مبارک ہو!)

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کا ذکر فرمایا اس سے مُراد شیعہ ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو (رجال کشی صـ ۲۵۴)

قال ابو عبد الله ما انزل الله سبحانه اية فى المنافقين الا وهى فيمن ينتحل

التَّشَیُّعُ۔
ترجمہ: جو آیتیں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے متعلق نازل فرمائیں ان سے مُراد شیعہ ہیں شیعو خُوب! مُبارک ہو۔

رہا سوال اہلِ سُنّت اور حنفی وغیرہ کا تو جواباً عرض ہے کہ اس کے متعلق تو کثرت سے کتاب وسُنّت اور ارشادِ ائمہ اہلبیت از کتبِ شیعہ پیش کیئے جا سکتے ہیں فی الحال انتہائی اختصار کے ساتھ چند دلائل درج کیئے جاتے ہیں جو کہ انشاء اللہ الرحمٰن خلوصِ دل اور صاف ذہن رکھنے والوں کے لیئے حُجّت تامہ اور دلائل واضح ہیں۔ اِلّا علی الظّٰلِمِیْن قرآنِ مجید میں اس مسئلہ کا حل دوٹوک الفاظ میں واضح موجود ہے۔ یہود ونصریٰ اور مشرکینِ مکّہ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ ہمارے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی تردید فرماتے ہوئے اپنی بارگاہِ عالیہ سے فیصلہ فرما دیا۔ مَا کَانَ اِبْرَاهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ط وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝۔ "ابراہیم یہودی اور عیسائی نہیں تھے بلکہ وُہ حنفی مسلمان تھے۔" ولہٰذا ہم اہلسنّت حنفی ہیں الحمدللہ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں ہم مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ملّتِ ابراہیمی (جو کہ ملّتِ حنفیہ ہے) کی اتباع کریں۔ "فَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا۔

رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک سے اہلسنّت کا ثبوت

تفسیر درِ منثور میں اس آیت کے تحت یوم تبیضّ وُجُوہٌ وّ تسودّ وُجُوہٌ ط
ترجمہ: "اس روز کے بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے۔" یہ روایت موجود ہے:

(ا) - "واخرج الخطیب فی رواۃ مالکٍ والدیلمی عن ابن عمر عن النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم فی قولہٖ تعالیٰ یوم تبیض وجوہ وّ تسوَدُّ وُجوہ اہل السنۃ وتسود وجوہ اہل البدعہ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اہل السنّت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔"

(ii) - امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ورع اور تقویٰ کے بیان میں لکھتے ہیں: "ولا یعلم تفصیل ذلک الّا بالاقتداء بالفرقۃ الناجیہ وھو الصّحابۃ فانہ علیہ السّلام لما قال الناجی منہا واحدۃٌ قالوا یا رسول اللہ من ھم قال اھل السّنّۃ والجماعۃ فقیل ومن اھل السّنۃ والجماعۃ قال ما انا علیہ و اصحابی" احیاءُ العلوم جلد ثالث مطبوعہ مصر صـ ۱۹۹ "اس کی تفصیل فرقہ ناجیہ کی پیروی کے بغیر نہیں معلوم ہو سکتی اور وہ فرقہ ناجیہ صحابہ کرام ہیں کیونکہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (تہتّر فرقوں کی پیش گوئی میں) فرمایا کہ ان میں سے نجات پانے والا فرقہ ایک ہی ہوگا تو صحابہ نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ وہ کون لوگ ہیں تو فرمایا اہل السنّۃ و الجماعت۔ پھر عرض کیا گیا کہ اہل السُّنّۃ والجماعت کون ہیں تو ارشاد فرمایا کہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہیں۔"

حضرت سیدنا علی علیہ السّلام نے سوادِ اعظم کی پیروی کو لازم قرار دیا والزموا السواد الاعظم فانّ یدَ اللہِ علَی الجَماعۃ: "سوادِ اعظم کے ساتھ لگے رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔" "اہلِ سُنّت ہمیشہ سوادِ اعظم بُودہ اند"۔ (مجالس المؤمنین صـ ۵۲)

ترجمہ کہ اہلسُنّت ہر زمانے میں سوادِ اعظم رہا ہے۔

اہلِ سُنّت کی تعریف حضرت علیؑ کی زبان سے:

مذہبِ شیعہ کی مستند کتاب احتجاج طبرسی میں ہے کہ حضرت امیرالمؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے دورانِ خطبہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا "کہ اہل الجماعۃ" اہل الفرقۃ اہل البدعۃ اور اہلِ سُنّت کون لوگ ہیں"؟ تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا " وَامّا اھل السّنۃ فالمتمسکون بما سنّہٗ اللہ ورسولہٗ وان قلّوا واما اھل البِدعۃِ فالمخالفون لامرِ اللہ ولکتابہٖ ولرسُولِہٖ العاملون برایھم واھواءِ ھِمْ وان کثروا۔ (ص ۹۲)

ترجمہ: اور اہل السنۃ وُہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے (حُکم) اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سُنّت کو مضبوط پکڑنے والے ہیں اگرچہ وُہ تھوڑے ہوں، اور اہلِ بدعت وُہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حُکم اور اس کی کتاب اور اس کے رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مخالف ہیں جو اپنی آراء اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہیں اگرچہ وُہ زیادہ ہوں"۔

اور شیعوں کے شیخ ابن بویہ جو شیعوں کی کُتب صحاح اربعہ میں سے "کتاب من لا یحضرہ الفقیہ" کے مؤلف ہیں اپنی کتاب جامع الاخبار کے صد۸ پر لکھتے ہیں "لیس علی من مات علی السّنۃِ والجماعۃ عذاب القبر۔ ولا شِدّۃ یوم القیٰمۃِ"۔

ترجمہ: "جو شخص سُنّت و جماعت پر مرے گا اس پر قبر کا عذاب نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر قیامت کی سختی ہوگی"۔ یہ حدیثِ قدسی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلسُنّت والجماعت پر قبر اور قیامت کا عذاب نہیں ہوگا۔ حدیث قُدسی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث سے ماقبل لکھا ہُوا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السّلام کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبُوب پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو یہ ارشاد فرمایا۔

سیّدنا امام حسن وامام حسین علیہما السّلام اہلِ سُنّت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ چنانچہ سُنیئے حدیثِ مُبارکہ اور اس پر ایمان لاکر اپنی آنکھوں کو سیّدنا امام حسن وحسین کی محبّت سے ٹھنڈا کریں۔ میدانِ کربلا میں حضرت امام حسینؓ نے مخالفین سے خطاب کرتے

ہوئے اپنے خطبہ میں یہ بھی فرمایا تھا" ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی واخی انتما سید الشباب اھل الجنۃ . وقرۃ عینی اھل السنۃ (تاریخ کامل جلد چہارم صد ۶۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی (حضرت حسن) سے فرمایا تھا کہ تم دونوں جنت کے جوانوں کے سردار اور اہلِ سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو" اور یہی روایت تاریخ ابن خلدون مترجم اردو حصہ دوم صد ۱۱۳ میں موجود ہے۔

کتبِ تفسیر وحدیث اور تاریخ وغیرہ کے مندرجہ حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ اہل سنت و جماعت کے الفاظ نہ صرف یہ کہ حضرت علی علیہ السلام نے استعمال فرمائے ہیں بلکہ خود خدا کے محبوب سید الاولین والآخرین امام العرب والعجم احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی زبان مبارک سے بھی یہی الفاظ صادر ہوئے اور اپنے پیارے نواسوں حضرت حسن وحضرت حسین کو اہلِ سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے لیکن بے انصافی کی انتہا ہے کہ آج جہلار شیعہ اہلِ سنت و جماعت کو اہلبیت اطہار کا دشمن کہہ کر سید الانبیاء اور سید الاولیاء یعنی نبیؐ اور علیؑ کی تکذیب کر کے خود دشمنیٔ اہلِ بیت کا ثبوت دے رہے ہیں کیوں کہ جناب سیدنا علی علیہ السلام نے بلکہ امام حسن وحسین نے بھی اپنے صاحبزادوں کے نام ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمان رکھا۔ تو کیا یہ نام اہلسنت رکھتے ہیں یا شیعہ اور کیا اب بھی امام الائمہ حضرت علی اور ان کے لختِ جگر حضرت حسن وحسین کے اہلِ سنت ہونے میں کوئی شک رہ گیا ہے ع

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا کہیئے!

سوال نمبر ۱۱: تاریخ شاہد ہے کہ قریشِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل طور پر بائیکاٹ کر لیا تھا۔ اس بائیکاٹ کا عرصہ تین سال کا ہے۔ حضرت ابوطالب تمام بنی ہاشم کو شعبِ ابی طالب میں لے گئے۔ یہ تین برس کا عرصہ بنی ہاشم نے نہایت عسرت اور کٹھن تکالیف سے گزرا۔ ان تین سال کے دوران حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کہاں تھے؟ اگر یہ بزرگ مکہ ہی میں تھے تو انہوں نے حضرتؐ کا ساتھ کیوں نہ دیا اور اگر شعب ابی طالب میں آنحضرتؐ کے ساتھ نہ

جا سکے۔ تو کیا ان حضرات نے کسی وقت آب و دانہ ہی سے حضورؐ کی مدد کی تھی جبکہ کفارِ مکہ میں سے زبیر بن اُمیّہ بن مغیرہ نے پانی اور کھانے پینے اور عہد نامہ توڑنے پر دوستوں کو آمادہ کیا۔ (بحوالہ دعوت فکر دینی ص۵ مصنفہ بابر علی خاں شیعہ)

جواب: یہ سوال یا تو جہالت کی بنا پر یا پھر دجل و فریب دینے کے لیئے کیا گیا ہے ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ بائیکاٹ کے زمانہ میں سب اہلِ ایمان اور خاص کر خلیفۃ الرّسول سیدنا حضرت ابوبکر صدّیقؓ حضور سیّد الانبیاءؐ کے ہمراہ تمام سختیاں برداشت کرتے رہے۔ چنانچہ آپ کی پسندیدہ تاریخ کی کتاب سے ہی عبارت نقل کرتا ہوں سُنیئے اور سر دُھنیئے۔ "ابوطالب تمام بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو لے کر قریب ایک پہاڑی درّہ میں جا کر محصور ہو گئے۔ جس قدر مسلمان تھے وُہ بھی ساتھ اسی درّہ میں جو شعبِ ابی طالب کے نام سے مشہور ہے چلے گئے" اور یہی مصنّف آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ تین برس تک بنو ہاشم اور مکّہ کے ان مسلمانوں نے بڑی بڑی تکلیفیں اور اذیّتیں شعبِ ابی طالب میں برداشت کیں جن کے تصوّر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تاریخ اسلام حصّہ اوّل مصنّفہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ص۱۰۵"۔ اور مکمّل واقعہ تحریر کرتے ہُوئے آگے چل کر فرماتے ہیں۔ "بنو ہاشم اور تمام مسلمان شعبِ ابی طالب سے تین سال کے بعد نکلے اور مکّہ میں آکر اپنے گھروں میں رہنے سہنے لگے۔ شعبِ ابی طالب میں مسلمانوں کو بھُوک سے بیتاب ہو کر اکثر درختوں کے پتّے کھانے پڑتے تھے۔ بعض بعض شخصوں کی حالت یہاں تک پہنچی کہ اگر کہیں سُوکھا ہُوا چمڑا مل گیا تو اسی کو صاف اور نرم کر کے آگ پر رکھا اور بھُون کر چبایا۔ حکیم بن حزام مولود کعبہ کبھی کبھی اپنے غلام کے ہاتھ اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لئے کچھ کھانا چھپا کر بھجوا دیا کرتے تھے۔ اس کا حال جب ایک مرتبہ ابوجہل کو معلوم ہُوا تو اس نے کھانا غلام سے چھین لیا اور زیادہ سختی سے نگرانی شروع کر دی۔" (تاریخِ اسلام حصّہ اوّل ص۱۰۶) اور سیّدنا صدیقِ اکبر کے شعب ابی طالب میں موجود ہونے کے متعلّق خود جناب ابوطالب کا فیصلہ سُنیئے! "حضرت صدیق از خود اس مصیبت میں شریک ہو گئے وُہ بھی شعب ابی طالب چلے گئے اور وہاں رہے۔ جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خُدا نے اس مُصیبت سے نجات دی

تو انہوں نے بھی نجات پائی۔ جناب ابوطالب نے خود اس واقعہ کو اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

وَھُمْ رَجَعُوْ سہل بن بیضا راضیا
فسرّ ابوبکرٍ بھا و محمدا

ترجمہ: اہلِ مکہ نے سہل بن بیضا کو جو مصالحت کے لئے قاصد بن کر گئے تھے راضی کر کے واپس کیا یعنی صلح کر لی۔ پس اس صُلح سے ابوبکرؓ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خوش ہوئے۔ (نبی وصدیق" مصنفہ، نورالحسن بخاری ص۱۰۴) تو جب جس قدر لوگ اس وقت تک مسلمان ہوئے تھے۔ حضور سرکار مدینہؐ کے ہمراہ تھے تو اعتراض کیسا؟

مگر بابر بیچارے کو کیا علم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے مصنّفین کی صف میں کھڑے ہونے کے شوق میں اشتہار سے نقل ماری ہے۔ کیوں کہ چند سال قبل اسی مضمون کا ایک اشتہار راقم الحروف کی نظر سے گزرا تھا۔ علاوہ ازیں بائیکاٹ تو ہوا ہی صرف بنو ہاشم کے ساتھ تھا۔ اس میں مسلمان اور غیر مسلمان کا کوئی لحاظ نہ کیا گیا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اس میں شامل ہونا عشقِ رسولؐ کی وجہ سے تھا۔ جس کا علم جہلاء شیعہ کو کیا ہو سکتا ہے بلکہ مذہب شیعہ تو جہالت کا ایسا پلندہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی اور اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام کے دشمنوں کو اللہ تعالیٰ نے بے وقوف اور جاہل فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو قرآن مجید الا انھم ھو السفھآء ولکن لا یعلمون ۝ اور عُلمائے شیعہ نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ شیعہ ناقص العقل بے وقوف ہیں۔ تسلّی کے لئے دیکھئے (تحفہ نماز حیفریہ ص۴۹) امام زمانہ یعنی امام مہدی کے زمانہ کے فیوض و برکات تحریر کرتے ہُوئے لکھا ہے کہ امام زمانہ کے وجود مسعود کی برکت سے مومنین (شیعہ) کی عقلیں کامل ہو جائیں گی۔ معلوم ہُوا کہ یہ احمقوں کا ایسا گروہ ہے کہ لا یکادون یفقھون حدیثا۔ اگر ان کو کوئی علم اور ذہانت اور فہم و ادراک اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہوتا تو ایسی جاہلانہ باتیں نہ کرتے ؎

وائے ناکامی ایمان رافضیاں جاتا رہا
رفضیوں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

سوال نمبر ۱۲: اگر حضرت علی کا حکومت سے اختلاف نہ تھا تو ان تینوں حکومتوں کے دور میں کسی جنگ میں شریک کیوں نہ ہوئے جبکہ کفّار سے جنگ کرنا بہت بڑی عبادت وسعادت ہے اور اگر کثرتِ افواج کی وجہ سے ضرورت محسوس نہ ہوئی تو جنگِ جمل وجنگِ صفین اور نہروان کی جنگوں میں کیوں بہ نفسِ نفیس ذوالفقار کو نیام سے نکالکر میدان میں اُترے؟ کیا حکومت نے سیف اللہ کا خطاب دینا کسی اور کو مناسب نہ سمجھا یا خالد بن ولید حضرت علی سے زیادہ شجاع وبہادر تھا۔ تاریخ طبری سے دو مکالمے جو مولانا شبلی نعمانی نے کتاب الفاروق صـ۲۸۵ سے نقل کئے ہیں پیشِ نظر رہیں جعفرت عمر اور عبداللہ بن عباس کے مکالمے پڑھیں۔

(بحوالہ "دعوتِ فکر دینی" مصنّفہ بابر علی شیعہ صـ۵)

جواب: معلوم ہوتا ہے کہ قومِ روافض کا شیوہ صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان پر اعتراض اور تنقید کرنا ہے۔ قرآن وحدیث اور کتبِ تواریخ کا مطالعہ ان کی قسمت میں نہیں۔ بابر صاحب فرمائیے کیا خُدا کے محبوب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی حضرت علیؓ سے کوئی عناد تھا یا معاذ اللہ حضرت علی بھی رسولِ خدا کے مخالف تھے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے کیوں نہ حضرت علی کو کسی سریہ میں سپہ سالار بنا کر روانہ کیا؟ اگر کیا ہے تو کون سے سریہ میں؟ ثابت کرو اور دکھاؤ۔ خیال رہے کہ غزوہ خیبر کو آپ دلیل نہیں بنا سکتے کیونکہ وہ غزوہ ہے اور غزوہ کہتے ہی اس جنگ کو ہیں جس میں خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سالارِ اعظم ہوتے تھے۔ جو ارشاد آپؐ نے حضرت علی کے بارے میں فرمایا اگرچہ اس سے حضرت علیؓ کی شان کو چار چاند لگے تاہم اگر وہی ارشاد کسی اور کے متعلق حضور سید الانبیاء فرماتے تو ویسا ہی ہوتا جیسا آپؐ فرماتے۔ جسطرح حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے حضرت عمر فاروقِ اعظم علیہ السلام کے ہاتھ مُبارک کو اپنا ہاتھ قرار دیتے ہوئے پیشگوئی فرمائی تھی کہ قیصر وکسریٰ کی سلطنتیں ان کے ہاتھوں فتح ہو جائیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا آپؐ نے فرمایا تھا۔ وہاں آپؐ کی پیشگوئی سے حضرت علی کے ہاتھ مُبارک پر قلعہ قاموس فتح ہو رہا ہے اور یہاں آپؐ ہی کی پیشگوئی سے پُوری دُنیا کی دو سُپر حکومتیں سیّدنا فاروق اعظم کے ہاتھ مبارک پر فتح

ہو رہی ہے۔ تو کوئی سریہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے زمانے کا دکھاؤ جس میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اور صحابہ کی طرح حضرت علی کو بھی سپہ سالارِ اعظم بنایا ہو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی جنگ میں سالارِ لشکر بنا کر روانہ نہ کرنا موجبِ عناد ہے تو رسولِ خدا کی حضرت علی سے کون سی دشمنی تھی؟ بلکہ راقم السطور کہتا ہے کہ خلفائے راشدین علیہم السّلام نے ایسا کر کے سُنّتِ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم پر عمل کیا ہے جو کہ قابلِ اعتراض نہیں بلکہ لائقِ صد ستائش ہے۔ یاد رہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرات خلفائے ثلاثہ رض کے معاون اور مشیرِ خاص تھے جیسا کہ "نہج البلاغۃ" میں موجود ہے اور ناسخ التواریخ جلد دوم صـــ ۳۹۲ پر موجود ہے:

"در کارہا و لشکر کشی ہا اورا اعانت مے فرمود ورائے نیکو مے داد

ترجمہ:- اور ان کے (عمر فاروق) کے تمام کاموں اور لشکر کشی کے معاملات میں ان کی اعانت فرماتے اور اچھی رائے دیتے"۔ خلفائے اربعہ تو تمام عمر آپس میں شیر و شکر رہے۔ ایسا اختلاف جیسا کہ آج شیعہ سمجھتے ہیں حضرت علی رض اور حضرت امیر معاویہ رض کے مابین بھی نہیں تھا ملاحظہ ہو تاریخ اسلام۔

حضرت امیر معاویہ رض اپنی حکومت قائم کرنے اور اپنی قوم اور خاندان کے اقتدار کو بنو ہاشم پر قائم کرنے کے ضرور خواہشمند تھے لیکن ساتھ ہی وہ اپنی اس خواہش کو پورا کرنے میں کسی ایسے شخص کو چیرا دستی کا موقع نہیں چاہتے تھے جو بنو اُمیہ اور بنو ہاشم یا معاویہ رض اور علی رض دونوں کا یکساں دشمن یا سلطنت اسلامیہ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہو چنانچہ ایک مرتبہ جب کہ حضرت علی رض اور معاویہ رض کے درمیان مخالفت کی آگ مشتعل تھی۔ عیسائیوں کی زبردست فوج نے ایران کے شمالی صوبوں پر جو حضرت علی رض کی حکومت میں شامل تھے حملہ کرنے اور مسلمانوں کی نااتفاقی سے خود فائدہ اُٹھانا چاہا۔ حضرت علی رض اس علاقے کو جس پر عیسائیوں کا حملہ ہونے والا تھا بچانے کی کوشش نہیں کر سکتے تھے۔ اگر عیسائیوں کا یہ حملہ ہوتا تو سلطنتِ اسلامیہ کا وسیع ٹکڑا کٹ کر عیسائی حکومت میں شامل ہو جاتا۔ عیسائی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی مشکلات سے واقف تھے اور امیر معاویہ رض کی

طرف سے مطمئن تھے کیونکہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی مخالفت اور ایک دُوسرے کے خلاف زور آزمائی بھی وُہ دیکھ رہے تھے۔ ان کو توقع تھی کہ امیر معاویہؓ ہماری حملہ آوری سے خوش ہوں گے جو حضرت علیؓ کے خلاف کی جائے گی۔ لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے اس خبر کے سُنتے ہی عیسائی قیصر کی توقع کے خلاف ایک خط قیصر کے نام بھیجا جسمیں لکھا تھا۔" کہ ہماری آپس کی لڑائی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے، اگر تُم نے حضرت علیؓ کیطرف رُخ کیا تو علیؓ کے جھنڈے کے نیچے سب سے پہلا سوار جو تمہاری گوشمالی کے لیئے آگے بڑھے گا وُہ معاویہؓ ہوگا۔" اس خط کا اثر اس سے بھی زیادہ ہوا جو ایک زبردست فوج کے بھیجنے سے ہوتا اور عیسائیوں نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا۔" تاریخ اسلام جلد دوم ص ۴۷،۴۸

(مصنفہ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)

اور اسی وجہ سے حضرت علی خلفائے ثلاثہ سے وظائف وصول فرماتے اور مالِ غنیمت لیتے رہے۔ چنانچہ والدہ حضرت محمدؐ بن حنفیہ سیّدنا صدیق اکبر کے زمانہ میں قیدی ہو کر آئیں تو سیّدنا صدیق اکبر نے حضرت علی کو عطا فرما دیں۔ جن کو حضرت نے قبول کیا اور اسی طرح حضرت شہر بانو والدہ ماجدہ حضرت سیّدنا زین العابدین اسیر ہو کر دربار فاروقی میں پیش ہوُئی تو سیّدنا فاروقِ اعظم نے سیّدنا حضرت حسین نواسۂ رسولؐ کو عطا فرما دیں۔ عام کتبِ تاریخ اور مذہبِ شیعہ کی سب سے معتبر کتاب "اصُول کافی"

اور بابر صاحب کی جہالت تو دیکھیئے کہ کیا پتے کی بات بتا رہے ہیں کہ اگر حضرت علیؓ خلفائے ثلاثہ کے مخالف نہ تھے تو ان کو کیوں نہ جنگ میں بھیجا تو بابر صاحب کیا یہ ضروری ہے کہ جو بھی موافق ہُوا اور جس نے کسی وقت بھی مخالفت نہ کی ہو اُس کو میدانِ جنگ میں بھیجا جائے۔ یہ وُہ منطق ہے جو صرف آپ نے ہی سمجھی ہے جبکہ اہلِ خرد اور اربابِ عقل کی حکومت کا دستُور تو یہ ہے کہ بڑے بڑے ارا کینِ سلطنت اور نامور شخصیتوں کو فوج کے علاوہ دُوسرے اہم انتظامی اُمورِ حکومت وغیرہ میں صلاح و مشورہ کے لیئے مختص کر لیتی ہیں۔ اسی طرح خلفائے راشدینؓ کے دورِ خلافت میں حضرت علیؓ مشیرِ خاص رہے اور افتاء و قضاء کے اعلیٰ ترین مناصب پر فائز رہے بلکہ تاریخ الخلفاء میں موجود

ہے کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم علیہ السّلام نے تو یہاں تک فرما دیا تھا کہ حضرت علی کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص فتویٰ نہیں دے سکتا۔ بابر صاحب معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ پمفلٹ بقائمی ہوش وحواس نہیں لکھا ہے۔ اگر میدانِ جنگ میں نہ بھیجنے کا یہی مطلب ہے جو جناب نے سمجھا ہے تو مَیں پُوچھتا ہوں کیا خلیفۃ الرّسول سیدنا ابُوبکر صدیق کو خلیفہ دوم سیدنا فارُوقِ اعظم اور خلیفۂ سوم سیدنا امام مظلوم عثمان ذُوالنّورین سے بھی کوئی عداوت وعناد تھا۔ ان کو بھی تو خلیفۂ اوّل نے کسی محاذ پر نہیں بھیجا تھا تو جس طرح حضرت فارُوقِ اعظم وامام مظلوم عثمان ذوالنّورین کو اپنے مشورے کے لئے پاس رکھا۔ اسیطرح جناب علی مُرتضیٰ کو بھی اپنا مشیرِ خاص بنائے رکھا۔

کیا موجودہ حکومتیں جو بوقت جنگ اپنے اعلیٰ حکام اور وزیروں اور مشیروں کو محاذِ جنگ پر نہیں بھیجتیں تو ان کا یہی مطلب ہوتا ہے جو آپ نے سمجھا ہے۔ ماشاء اللہ! کیا پتے کی بات کی آپ نے! معزّز قارئینِ کرام! انصاف فرمائیں کہ اتنی سُوجھ بُوجھ کے لوگ بزعم خویش صحابہ کرامؓ کے جج بن بیٹھے ہیں۔ استغفر اللہ!

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

رہا بابر علی خاں موصوف کا یہ کہنا کہ تاریخ طبری سے دو مقالے مولانا شبلی نعمانی نے کتاب الفارُوق سے نقل کیئے ہیں یہ کیا بے ربط و بے توقعی جناب نے گوہر فشانی فرمائی ہے اِس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الفاروق شبلی نعمانی کی نہیں بلکہ کسی اور کی ہے جس سے مولانا شبلی نعمانی نے حوالہ نقل کیا ہے جو کہ حقائق کے سراسر خلاف ہے پہلے آپ بتائیں کہ وُہ کتاب الفارُوق کس کی ہے۔ علاوہ ازیں میں آپ کو خبردار کرتا ہُوں کہ اہلِ سُنّت کتاب وسُنّت کے مقابلہ میں کوئی روایت اور کسی مؤرخ کی رائے کو قبول نہیں کرتے ہمارے مذہب کی بنیاد قرآن مجید اور حدیث رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ہے۔ بالفرض اگر کوئی روایت کتب حدیث میں بھی قرآن مجید اور حدیث صحیح کے خلاف موجود ہو تو اس کو بھی ہم قبول نہیں کرتے۔ کون بے چارہ شبلی وطبری جناب کس احمقوں کی جنّت میں بستے ہیں۔ ہوش وحواس کو قائم

کر کے بات کرو اور قطع نظر اس کے بھی کتاب الفاروق میں کون سی عبارت قابلِ اعتراض ہے۔ جناب کا فرض تھا کہ اُس عبارت کو نقل کرتے تاکہ اس کے متعلّق مزید کچھ عرض کیا جاتا۔

سوال نمبر ۱۳: حضرت فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کا انتقال بقول اہلِ سُنّت جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہوا۔ حضرت ابوبکر کا انتقال اڑھائی برس رسُولِ خدا کے بعد اور حضرت عمرؓ نے ۲۶ ذوالحجہ ۲۴ھ کو انتقال کیا تو کیا وجہ تھی کہ ان دونوں بزرگوں کا جو کافی عرصہ بعد انتقال ہوا۔ روضۂ رسولؐ میں دفن ہونے کی جگہ مل گئی اور رسُولِ خدا کی اکلوتی بیٹی سیّدہ طاہرہ مادرِ حسنین علیہم السّلام کو باپ کے پاس قبر کی جگہ نہ مل سکی۔ کیا خود بتُول نے باپ سے علیحدگی قبر کی وصیّت کی تھی یا حضرت علی نے حکومت کی پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا یا مسلمانوں نے بضعۃ الرسول (فاطمہؑ) کو قبر رسولؐ کے پاس دفن نہ ہونے دیا؟ (بحوالہ دعوت فکر دینی مصنّفہ بابر علی خاں شیعہ ص۵)

جواب: بابر صاحب کی جہالت تو دیکھئے کہ سیّدنا عمر فاروقِ اعظم علیہ السّلام کی شہادت یکم محرّم کو ہُوئی مگر وہ اپنی جہالت یا کذب بیانی کی وجہ سے ۲۶ ذوالحجہ لکھ رہے ہیں۔

راقم الحروف شیعوں سے پُوچھتا ہے کہ جناب سیّدنا حضرت علیؓ کو روضۂ رسولؐ میں کیوں نہ دفن کیا گیا اور آپ کو کن لوگوں نے جوار رسولؐ میں دفن کرنے سے روکا پہلے آپ اس سوال کا جواب دیں۔ کیونکہ اس وقت تو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم موجود نہ تھے۔ آپ خود خلیفہ تھے اور آپ کے بعد سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ تھے۔ کون سی طاقت آڑے آئی جس نے سیّدنا حضرت علی کو روضۂ رسُولؐ تو کیا جنّت البقیع بلکہ پُورے مدینۃ الرسُول میں دفن کے لئے جگہ نہ دی۔ ہم اہلسنّت کا ایمان تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیّت و مرضی پر موقوف تھا۔ ورنہ یہ بھی سوال ہو سکتا ہے کہ اُمّ المؤمنین جناب سیّدہ عائشہ صدیقہؓ بنت صدیق اکبرؓ جن کا حجرہ اپنا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (القرآن) کو روضۂ انور میں کیوں جگہ نہ مل سکی؟ اس کا کیا جواب ہے؟ ہمارے دعویٰ کی دلیل کہ یہ تمام خالقِ حقیقی کی رضا و مرضی کے مطابق تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے۔ "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ

وَ فِيهَا نُعِيدُكُمْ وَ مِنهَا نُخرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۔ ترجمہ: اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تم کو لوٹا دیں گے اور اسی سے تم کو دوسری دفعہ نکال کر کھڑا کریں گے ۔ (ترجمہ مقبول)"۔ اور اس کی تفسیر حضرت امام جعفر صادق یوں فرماتے ہیں "کافی" میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ نطفہ جب رحم میں پہنچ جاتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے کہ وہ اس مٹی میں سے جس میں یہ شخص دفن ہونیوالا ہے۔ تھوڑی سی لے آئے چنانچہ وہ فرشتہ لاکر نطفہ میں ملا دیتا ہے اور اس شخص کا دل ہمیشہ اس مٹی کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے ۔ جبتک کہ وہ اس میں دفن نہ ہو جائے (حاشیہ ترجمہ مقبول صد ٦٢٧) اور اہل سنت کے بہت بڑے امام شیخ المحققین حضرت امام احمد رضا مجدد وقت رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب" فتاوی افریقہ" میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے ۔ مِنهَا خَلَقنٰكُمْ وَ فِيهَا نُعِيدُكُمْ وَ مِنهَا نُخرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى زمین ہی سے ہم نے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی میں سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے"۔ ابونعیم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" مَا مِنْ مَولُودٍ اِلَّا وَقَدْ ذُرَّ عليهِ من تراب حفرته "کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا جس پر اس کی قبر کی مٹی نہ چھڑکی ہو"۔ خطیب نے "کتاب المتفق و مفرق" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا مِنْ مَولُودٍ اِلَّا وَفِي سُرَّتِهٖ مِنْ تربةِ الَّتِي خُلِقَ مِنهَا حَتّٰى يُدفَنَ فِيهَا وَ اَنَا وَ اَبُوبَكرٍ وَ عُمَرُ خُلِقنَا مِنْ تُربَةٍ وَاحِدَةٍ فِيهَا نُدفَنُ " ہر بچہ کے ناف میں اسی مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا ہو۔ یہاں تک کہ اسی میں دفن کیا جائے اور میں اور ابوبکر و عمر ایک مٹی سے بنے اور اسی میں دفن ہوں گے" اور حدیث شریف میں ہے "کہ حضور سید الانبیاء اس طرح مسجد میں داخل ہوئے کہ آپ کا دایاں ہاتھ سیدنا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ میں اور بایاں ہاتھ مبارک سیدنا عمر فاروقؓ کے ہاتھ میں تھا اور آپ نے فرمایا کہ اسی طرح ہم

انشاء اللہ الرحمٰن حشر میں آئیں گے۔" اللہ اللہ یہ بلند مقام حضرات شیخین کریمینؓ کا۔اسی لیئے حضرت امام زین العابدین نے ایک سائل کو جس نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت ابُوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا مقام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہاں کیا تھا؟ فرمایا فقال ماکان منزلۃ ابی بکرؓ و عُمَرَ مِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کمنزلتھما منہ الساعۃ (تاریخ الخلفاء ص۴۷)

ترجمہ: پس کہا کہ ابُوبکر و عُمر رضی اللہ عنہما کا مقام رسولِ خُدا کے نزدیک کیا تھا۔فرمایا (زین العابدینؒ) جیساکہ اب ہے"۔

اب واضح دلائل سے ثابت ہوچکا کہ روضۂ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم میں مدفون ہونا اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشا اور رضا کے مطابق تھا۔

سوال نمبر ۱۴: کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر علیہم السّلام میں سے کسی ایک نبی کا واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے جس کے انتقالِ پُر ملال پر اس کا تمام ترکہ صدقہ ہو گیا ہو اور اُمّت نے صدقہ سمجھ کر آپس میں تقسیم کر کے اس کی اولاد کو باپ کے ورثہ سے محروم کر دیا ہو اگر رسُولِ خُدا کا ترکہ صدقہ ہی تھا تو ازواجِ رسُولؐ کے گھروں میں کچھ تو رسُول اللہ کا مال ہو گا۔کیا ازواجِ رسُول نے رسول اللہ کا ترکہ صدقہ تسلیم کر کے حکومتِ وقت کو وقف کر دیا تھا۔صدقہ کیوں کہ اہلِ بیت پر حرام ہے اور اگر ازواجِ رسُولؐ کو اہلبیت اہلِ سُنّت و جماعت تسلیم کرتے ہیں تو صدقہ ان کے لیئے کس طرح حلال ہو گیا؟

(بحوالہ "دعوتِ فکر دینی" مصنفہ بابر علی خاں شیعہ ص۶)

جواب: یہ سوال مقامِ نبوّت اور منصبِ رسالت سے ناواقفی بلکہ دُشمنی کی بنا پر عموماً شیعہ کرتے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرما دے۔ان بیچاروں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مقامِ نبوت اور شانِ رسالت کیا ہے۔کیا انبیاء علیہم السّلام مالِ دُنیا جمع کرنے کے لیئے مبعوث ہوتے رہے اور نبیوں کو عام دُنیا داروں پر قیاس کرنا ان سے دُشمنی نہیں تو اور کیا ہے۔اور کیا شیعہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ خلفائے راشدین

علیہم السلام نے مالِ فئے (فدک) یا بیت المال کو آپس میں تقسیم کر لیا ہو خود یا اپنی اولاد یا اپنے کسی عزیز رشتہ دار کو واحد مالک بنا دیا ہو۔ یہ بات رُوئے زمین کے شیعہ اکٹھے ہو کر بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ خلفائے اربعہ خلفائے راشدینؓ نے تو وُہی کیا جو خود حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا کرتے تھے۔ کیا کوئی سیاہ پوش ثابت کر سکتا ہے کہ خلفائے اربعہؓ نے رسولِ خدا کے عمل کے خلاف مال فئے یعنی فدک و بیت المال میں تصرّف کیا ہو یا پھر خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اور خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کے عمل میں کوئی فرق مالِ فئے کے تصرّف میں ثابت کریں۔ بابر صاحب آپ پہلے خلفائے ثلاثہؓ اور نبیؐ و علیؓ کے عمل مالِ فئے کے بارے میں فرق دکھائیں اور پھر ہم پر سوال کریں اور کیا آپ کہیں یہ دکھا سکتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام میں سے کسی ایک نبی کا مال اس کے وصال کے بعد اس کی اولاد کو دے دیا گیا ہو اور یہ بھی بتائیں کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا کون سا دنیاوی مال تھا؟ اس کی مقدار کیا تھی؟ اور ازواجِ رسولؐ کو رسولِ اکرمؐ کے ترکہ سے کون سا مال اور کتنا حصہ دیا گیا؟ جبکہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے وصال شریف کے وقت گھر میں رات کو چراغ جلانے کے لئے تیل تک نہیں تھا اور آپ کی ذرہ مبارک ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ اور اُمّہات المؤمنین یقیناً اہل بیت رسولؐ ہیں اور کہاں لکھا ہُوا ہے کہ اُمّہات المؤمنینؓ رضی اللہ عنہن کو صدقہ کا مال دیا جاتا تھا؟ ذرا سوچ سمجھ کر بات کریں۔ ایسی باتیں آپ کو شیطان نے سکھا کر دین سے بے دین کر دیا ہے۔ ایسی باتیں کرتے ہو جن کا وجود تک نہیں ہے۔ مالِ فئے میں جس طرح سیدہ فاطمہ اور آپ کی اولاد کو گزارہ الاؤنس دیا جاتا تھا اسی طرح امّہات المؤمنین کو بھی ملتا تھا۔ انبیاء کرامؑ نہ دنیاوی مال و متاع حاصل کرنے کے لیۓ مبعوث ہوئے اور نہ ہی دُنیا اکھٹی کر کے اپنی اولاد اور بیوی بچّوں کے لیۓ چھوڑ گئے بلکہ ان کی جو وراثت ہے اس سے آپ تو کیا جملہ مذہب شیعہ محروم ہے۔ حضرت امام جعفر صادق کی زبانِ مُبارک سے رسُولِ خُدا کی وراثت سُنیئے کیا تھی اور کن کو ملی؟ اصولِ کافی باب العلم و

المتعلم عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنّ العُلماء ورثة الانبیاء انّ الانبیاء لم یورثوا دینارًا ولا درھمًا ولکن اورثوا العِلمَ فمَن اَخذَ مِنہُ اَخذ بحظٍّ وافرٍ۔

ترجمہ: "حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علماء دینِ اسلام پیغمبروں کے وارث ہیں اس لئے خدا کے پیغمبر کسی شخص کو سونے چاندی کا وارث نہیں بناتے لیکن وُہ علم دین کا وارث بناتے ہیں۔ پس جس نے علم دین حاصل کیا وُہ بڑا نیک بخت ہے اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔" (انبیاء کی میراث دین ہے دنیا نہیں)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت دینِ اسلام اور قرآن ہے۔ جس سے آپ بالکل محروم ہیں۔

سوال نمبر ۱۵: قرآن مجید میں ارشاد ربُ العزت ہے کہ ومن قتل مُومنًا متعمّدًا فجزآؤہ جھنّم خالدًا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہٗ واعدّ لہٗ عذابًا عظیمًا ۝ (ترجمہ شاہ رفیع الدین)

"اور جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو جان کر پس سزا اس کی دوزخ ہے ہمیشہ رہنے والا بیچ اس کے اور غصّہ ہُوا اللہ اوپر اس کے اور لعنت کی اس کو اور تیار کر رکھا ہے واسطے اس کے عذاب بڑا۔" (پارہ ۵ رکوع ۱۰) - اگر ایک آدمی مومن کو عمدًا قتل کرے تو وُہ اس سزا کا مستحق ہے۔ جمل، صفین، نہروان میں تقریبًا ستاون ہزار آٹھ سو ساٹھ (۵۷۸۶۰) مسلمان شہید ہُوئے۔

آپ یہ بتائیں کہ کیا ان مسلمانوں کے قاتل قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت سے مستثنیٰ ہیں اگر اللہ تعالیٰ کا قانون اعلیٰ وادنیٰ کے لئے یکساں ہے تو خلیفۂ رسولؐ کی مخالفت کر کے مسلمانوں کا قتل عام کروانے والے قیامت کے دن کس جگہ تشریف لے جاویں گے۔ (انصاف مطلوب ہے)۔ (بحوالہ "دعوت فکر دینی" مصنفہ بابر علی خاں شیعہ ص۲)

جواب: مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس سوال سے شیعوں کا مقصد کیا ہے اگر ان کی غرض سیدہ

عائشہ صدیقہؓ اور حضرت امیرالمؤمنین معاویہؓ بن ابوسفیانؓ پر اعتراض کرنا ہے تو یہی اعتراض حضرت علیؓ بن ابی طالب پر بھی ہوگا۔ تنہا حضرت اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ و حضرت امیرالمؤمنین معاویہؓ پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور حضرت علیؓ اس سے کس طرح بچ سکتے ہیں؟ جب کہ حضرت علیؓ کے ساتھیوں کے ہاتھوں جید صحابہؓ جن کو رسولِ خدا نے اسی دُنیا میں برسرِ منبر جنّت کا مژدہ دیا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہُ جو کہ حضورؐ کی پھوپھی کے بیٹے، ہیں شہید ہوئے اور جن کے قاتل کو خود حضرت علیؓ نے بحکم رسولؐ جہنمی قرار دیا اور حضرت طلحہؓ کے ہاتھ کو بوسے دیئے۔ فرمایا کہ "اس ہاتھ نے اللہ کے رسولؐ کی بہت خدمت اور حفاظت فرمائی ہے"۔ ولہٰذا جو اعتراض آپ حضرت اُم المؤمنینؓ اور حضرت معاویہؓ پر کریں گے وہی جناب علیؓ پر ہوگا۔ جو جواب تُم دوگے وہی ہمارا سمجھ لیں اور مجھے تعجّب ہے کہ جنگِ نہروان میں خارجیوں کے قتل کا آپ کو اس قدر رنج و صدمہ کیوں ہے؟ بھئی کیوں نہ ہو آخر وُہ بھی تو شیعہ تھے اور حضرت امیر معاویہؓ کے سخت دشمن تھے اور بُغض امیر معاویہؓ کی وجہ سے ہی حضرت علی کے (جب کہ آپ حکمین کے تقرر پر رضامند ہو گئے) مخالف ہو گئے اور حضرت علی کی کوشش بسیار کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہے۔ آخر کار آپؓ کو اُن سے جنگ کرنا پڑی۔ تو آئی نا گھر کی بات کہ تمام شیعہ چلّا اُٹھے ہیں کہ مقام نہروان میں ہمارے آباء و اجداد کو جن لوگوں نے قتل کیا تھا۔ وُہ جہنّم کے مستحق ہیں۔ مَیں پُوچھتا ہُوں کہ حبِّ علیؓ کا دعویٰ کہاں گیا؟ آخر باپ دادا کی محبّت نے جوش مار ہی دیا۔ شاباش شیعو! تم نے ان کی اولاد ہونے کا حق ادا کر دیا ہے اور حضرت علیؓ پر اعتراض دے مارا ہے کیوں کہ اس واقعہ (جنگِ نہروان) سے تو سیّدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا تو دُور کا واسطہ بھی نہیں۔ آپ کے فتویٰ کے مطابق اگر نہروان میں خارجیوں کے قاتل دوزخی ہیں تو یہ آپ کا فتویٰ امیر معاویہؓ پر نہیں بلکہ اس کی زد سیّدنا امیرالمؤمنین حضرت علیؓ پر پڑے گی۔

سوال نمبر ۱۶: قرآن مجید شاہد ہے کہ پارہ نمبر ۱۱ رکوع نمبر ۲ وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ۙ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ

نَعْلَمُهُمْ ط سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ج ۝

(ترجمہ شاہ رفیع الدین) "اور ان لوگوں سے کہ گرد تمہارے ہیں گنواروں سے منافق ہیں اور بعضے لوگ مدینہ کے بھی سرکشی کرتے ہیں اوپر نفاق کے۔ تو نہیں جانتا اُن کو، ہم جانتے ہیں اُن کو۔ شتاب عذاب کریں گے۔ ہم ان کو دوبارہ پھر پھیرے جاویں گے عذاب بڑے کے۔"

اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی رسولِ خُدا کے زمانے میں منافق لوگ موجود تھے۔ اس کے علاوہ تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ مدینۃُ الرسولؐ میں کثرت سے منافقین موجود تھے۔ رسولِ اکرمؐ کے انتقال کے بعد مسلمانوں میں صرف دو پارٹیاں معرضِ وجود میں آئیں۔ ایک حکومت کی پارٹی دوسری بنی ہاشم کی پارٹی ارشاد فرمائیں کہ منافقین کس پارٹی میں شامل ہو گئے تھے جو لوگ رسولِ خُدا کے زمانے میں منافق تھے انتقالِ رسولؐ کے بعد ان منافقین کو آسمان نے اُٹھا لیا یا زمین نگل گئی یا تمام منافقین حکومت سے تعاون کرکے فرشتے اور نیک بن گئے تھے؟ ارے بھیّا ان منافقین کی نشاندہی تو کرو وہ کہاں گئے؟ جب کہ تاریخ شاہد ہے کہ ان دو پارٹیوں کے علاوہ کوئی تیسری پارٹی نہ تھی (تحقیق ضروری ہے)۔

(بحوالہ "دعوت فکر دینی" مصنفہ بابر علی خاں شیعہ ص۶تا۱)

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ مدینہ طیبہ میں زمانہ رسالت میں منافق موجود تھے جن کا تعلق یہود سے تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی حضورؐ کی مدینہ پاک میں تشریف آوری سے پہلے یہودیوں کا زور اور اقتدار تھا۔ آپؐ کی تشریف آوری سے ان کا اقتدار خاک میں مل گیا۔ کیوں کہ مدینہ پاک کے لوگ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے غلام بن گئے۔ جس کی وجہ سے ان کے وقار کو زبردست دھچکا لگا۔ اس لیے ان کو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دشمنی وعداوت پیدا ہو گئی۔ چونکہ وہ مسلمانوں سے بدلہ نہ لے سکتے تھے اسلئے اُنہوں نے یہ سازش کی کہ بظاہر مسلمان ہو کر اندر ہی اندر اسلام کی مخالفت کی جائے اگر معاذ اللہ مہاجرین صحابہؓ منافق ہوتے تو مکہ ہی میں منافقت شروع ہو جاتی اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ مکہ مکرمہ میں منافقت کا نام تک نہیں تھا جیساکہ

بابر صاحب خود تسلیم کر رہا ہے کہ مدینہ میں رسُولِ خُدا کے زمانہ میں منافق لوگ موجود تھے
(بحوالہ دعوت فکر دینی ص)

شروع شروع میں ان کی خلافِ اسلام سرگرمیوں سے اعراض فرمایا جاتا رہا مگر بعد ازاں ان کو اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے اپنی مسجد سے نکال دیا۔ چنانچہ ابتدا میں جب ان کی شرارتوں سے اہلِ ایمان پریشان ہُوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر ان کو تسلّی و تشفّی فرمائی ما کان لیذر المُؤمنین علیٰ ما انتم علیہ حتّٰی یمیز الخبیث من الطیب (الآیت)

ترجمہ: خُدا کی یہ شان نہیں کہ مومنوں کو اُسی حالت میں رہنے دے کہ جس حالت پر تم ہو یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جُدا نہ کر دے"۔ (ترجمہ مقبول) اور دُوسرے مقام پر فرمایا لَئِن لَّمْ یَنتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَآ اِلَّا قَلِیْلًا ۚ مَّلْعُوْنِیْنَ ۚ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ۞ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۞ (سورۂ احزاب پارہ ۲۲)

ترجمہ:۔ "اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اُڑانے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور تم کو ان کے درپے کر دیں گے پھر وہ اس شہر میں تمہارے پڑوس میں نہ رہیں گے مگر بہت ہی کم اور ہر طرف سے ان پر لعنت ہوتی رہے گی۔ وُہ جہاں کہیں پائے جائینگے پکڑے جائیں گے اور ایسے قتل کیے جائینگے جیسا کہ قتل کیۓ جانے کا حق ہے۔ اللہ کا قاعدہ ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے (یہی تھا) اور تم اللہ کے قاعدہ میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے"۔

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی سے ثابت ہُوا کہ منافق ہمیشہ صحابہ کرامؓ میں نہیں رہ سکتے تھے بلکہ آخری آیات سے تو واضح معلوم ہو چکا کہ منافق مدینہ منورہ ہی نہیں رہ سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا کہ وقت آنے پر حضور سیّد الانبیاءؐ نے منافقوں کو اپنی مسجد سے نکال دیا۔ جیسا کہ خود شیعہ مُصنّف ملّا فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر "خلاصۃ المنہج" میں بابر صاحب کی پیش کردہ آیت مقدسہ کے تحت رقم طراز ہے"۔ واز ابن عباسؓ مروی است

کہ عذاب ایشاں در دُنیا یکے آں بود کہ رسولؐ روزِ جمعہ بر منبر خطبہ خواند و بعد از آں اشارہ کرد باھل نفاق و گفت یا فلاں و فلاں از مسجد بروں روید کہ از اہلِ نفاقید چوں جمعے را نام بُرد و بنفاق ایشاں گواہی داد رُسوا شدند و از مسجد بیروں رفتند و ایں فضیحت و رُسوائی یک عذاب است و عذاب دوئم عذاب قبر۔"

(خلاصۃ المنہج جلد دوم صفحہ ۲۵۷)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ان منافقوں کا عذاب دنیا میں ایک تو یہ تھا کہ رسولِ خدا نے جمعہ کے دن منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا اور اس کے بعد منافقوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اے فلاں و فلاں مسجد سے نکل جاؤ کیونکہ تم منافق ہو اور جب ایک گروہ کا نام لے کر ان کے نفاق کی گواہی دی تو وہ رُسوا ہوئے اور مسجد سے چلے گئے اور یہ فضیحت و رُسوائی ایک عذاب ہے اور دُوسرا عذابِ قبر۔"

اور یہی روایت اہلِ سُنّت کی تفسیر ابنِ کثیر میں قدرے اضافے کے ساتھ موجود ہے ملاحظہ ہو۔ "ابنِ عباسؓ سے اس روایت کے بارے میں مروی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم ایک روز جمعہ کا خطبہ دینے کے لیئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے فلاں اے فلاں لوگو تم مسجد سے نکل جاؤ کہ تم منافق ہو۔ چنانچہ بڑی رسوائی کے ساتھ وہ مسجد میں سے نکالے گئے وہ مسجد سے نکل رہے تھے اور امیر المومنین سیّدنا حضرت فاروقِ اعظم علیہ السلام مسجد کی طرف آرہے تھے تو حضرت عمرؓ یہ سمجھ کر کے لوگ پلٹ رہے ہیں تو شاید نماز جمعہ ہو چکی ہے اور شرم کے مارے ان لوگوں سے اپنے کو چھپانے لگے اور یہ لوگ بھی اپنے کو حضرت عمر علیہ السلام سے چھپانے لگے یہ سمجھ کر کہ عمر علیہ السّلام کو ہمارے نفاق کا علم ہو گیا ہوگا۔ غرض جب حضرت عمر فاروق علیہ السّلام مسجد میں آئے تو معلوم ہُوا کہ ابھی نماز نہیں ہُوئی۔ اور ایک مُسلمان نے انہیں اطلاع دی اور کہا اے عُمر خوش ہو جاؤ کہ آج منافقین کو اللہ تعالیٰ نے رُسوا کر دیا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ مسجد سے نکالا جانا عذاب اوّل ہے اور عذاب ثانی عذابِ قبر ہوگا۔"

(تفسیر ابنِ کثیر اردو پارہ ۱۱، صفحہ ۴۰)

آپ کی پیش کردہ آیت مقدسہ " وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ط وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ قف لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ۝ (ترجمہ شاہ رفیع الدین) اور ان لوگوں سے کہ گرد تمہارے ہیں گنواروں سے، منافق ہیں اور بعضے لوگ مدینہ کے بھی سرکشی کرتے ہیں اوپر نفاق کے، تو نہیں جانتا ان کو، ہم جانتے ہیں ان کو شتاب عذاب کریں گے ہم ان کو دوبار پھر پھیرے جاویں گے عذاب بڑے کے" میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ منافقوں کو تین عذاب دیئے جائیں گے۔ دو دنیا میں اور ایک آخرت میں۔ راقم الحروف شیعوں سے پوچھتا ہے کہ اگر معاذاللہ اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منافق تھے تو پھر بتایئے اس آیت کے مطابق ان پر اس دنیا میں عذاب کیوں نہیں آیا؟ جب کہ ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ اس دنیا میں عذاب آنا چاہیئے تھا۔ جیسا کہ شیعہ سنی تفاسیر سے بھی ثابت ہو چکا تو کیا یہاں بھی اللہ تعالیٰ کو حسب مذہب شیعہ بدا (چوک) ہو گیا تھا۔ کیوں کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ بات کوئی نہیں ثابت کر سکتا کہ دنیا میں ان پر عذاب آیا ہو بلکہ دنیا میں تو ان کی عزت روز بروز ترقی کرتی رہی اور خدا نے ان کو اتنی بڑی عظیم الشان سلطنت وحکومت عطا فرمائی کہ جس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ناظرین کرام آپ نے دیکھ لیا اور یہ روز روشن کی طرح واضح ہو چکا کہ رسول خدا نے اپنی حین حیات طیبہ میں ہی منافقین کو اپنی مسجد شریف سے نکال دیا تھا صحابہ کرامؓ جو زندگی بھر آپ کے ساتھ رہے اور سفر و حضر میں کسی وقت بھی آپ سے جدا نہ ہوئے تو وہ معاذاللہ کیسے منافق ہو سکتے ہیں؟ اور پھر یہی نہیں کہ وہ تمام زندگی مدینہ طیبہ میں رہے بلکہ جن کو حضور سید الانبیاءؐ خود اپنے مصلیٰ پر امام مقرر فرما دیں ان کو منافق کہنا کس قدر بے حیائی اور زیادتی اور حقائق کے خلاف ہے۔ جبکہ معتبر دلائل سے ثابت ہو چکا کہ منافقوں کو حضورؐ نے مسجد سے باہر نکال کر ان کے نجس وجود سے مسجد رسولؐ کو خود رسولؐ خدا نے ہی پاک کر دیا تھا تو پھر وہ کیوں کر مسجد میں داخل ہو گئے تھے۔ کچھ سوچ سمجھ کر

بات کر دو۔ ہوش وخرد کے انجکشن لگواؤ آخر ایک روز مر کر خُدا کے سامنے پیش ہونا ہے کیا جواب دو گے؟ یارو ایک طرف تو یہ مسلّمہ بات ہے کہ منافقوں کو بڑی ذلّت ورسوائی کے ساتھ مسجد سے خود اللہ تعالیٰ کے محبُوبِ پاکؐ نے نکال دیا تھا اور دُوسری طرف تم ان پاک ہستیوں کے متعلّق جن کو خود محبوبِ خُدا اپنی حینِ حیاتِ طیّبہ میں ہی اپنا مصلیٰ عنایت فرما کر پُوری اُمّت کا امام مقرّر فرما جائیں۔ منافق کہتے ہو۔ کچھ تو خوفِ خدا کرو۔ میں شیعوں سے پُوچھتا ہُوں کہ اگر معاذ اللہ یہی لوگ منافق تھے یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان خصوصاً خلفائے راشدینؓ تو ثابت کرو کہ ان کو کس وقت مسجدِ نبویؐ سے نکالا گیا اور پھر کب سابقہ فیصلہ منسُوخ کر کے دوبارہ مسجد میں داخل کیا گیا سے

خُدا سے کس طرح جائز کہ ردّ وبدل ہو گا
تُم ہی انصاف سے کہہ دو یہ عقدہ کیسے حل ہو گا

کاش کہ اللہ تعالیٰ رافضیوں کے مقدر میں ہدایت کرتا۔ قارئینِ کرام! دِل چاہتا ہے کہ آیاتِ قرآنی آپ کے سامنے رکھوں جن میں صحابہ کرامؓ کی شان اور ان کا علوّ مرتبہ وبلندیِ درجات خالقِ حقیقی نے بیان فرمایا ہے چونکہ جواب بہت مختصر اور جلد طلب کیا گیا ہے اسی لیئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ آخر میں راقم الحروف بھی شیعوں سے ایک الزامی سُوال کرنا چاہتا ہے۔ دیکھیئے اس کا کیا جواب ملتا ہے؟ شیعو! اگر کوئی خارجی تم سے یہ سوال کرے کہ قرآن شریف کی اس آیت لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ "ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے"۔ میں منافقوں کے متعلق جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وُہ مدینہ پاک میں ہمیشہ نہیں رہ سکیں گے تو بتاؤ کہ مدینہ پاک خلفائے ثلاثہؓ نے چھوڑا ہے یا کہ حضرت علیؓ نے؟ شیعو! جن کو تم منافق کہتے ہو یعنی خلفائے ثلاثہ کو معاذ اللہ وُہ تو عُمر بھر مدینہ طیّبہ میں رہے اور بعد از وصال عین جوارِ رسُولؐ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو آخری آرامگاہ عطا فرمائی جس کو تمام سُنّی شیعہ متفق جنّت کا اعلیٰ باغ مانتے ہیں یعنی روضۂ رسُول صلّی اللہ علیہ

وآلہ وسلم۔

اور یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر خلفائے ثلاثہؓ مدینہ طیبہ کو ترک کر کے کسی اور شہر کو دار الخلافہ بنا لیتے (جیسا کہ حضرت علیؓ نے کیا) اور پھر حضرت علیؓ کی طرح شہید کر دیئے جاتے تو شیعہ اس آیت مقدسہ کو حتمی طور پر ان پر چسپاں کرتے بلکہ ان کے واعظین صرف اسی آیت کو عنوانِ تقریر بنایا کرتے۔ الحاصل حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے مدینہ طیبہ کو چھوڑا بھی اور شہید بھی ہوئے اور تاریخی روایات کے مطابق آپ پر لعن طعن بھی ہوتا رہا۔ معاذ اللہ اگر کوئی کہے کہ اس آیت مقدسہ کا ایک ایک لفظ حضرت علیؓ پر منطبق ہوتا ہے تو اس کا کیا جواب دو گے؟ دیکھتے ہیں کہ حبِّ علیؓ کا دعویٰ کرنے والے کیا جواب دیتے ہیں؟ نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

ترجمہ: اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی (کنز الایمان)

تو اگر آپ کے باطل عقیدہ کے مطابق صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے ثلاثہؓ سیدنا صدیق و فاروقؓ و عثمانؓ ذوالنورینؓ معاذ اللہ منافق تھے تو رسولِ خدا نے ان کے خلاف جہاد کیوں نہیں کیا؟ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے اس حکم خداوندی پر عمل نہ کیا۔ شیعو! تمہارے عقیدہ کی رُو سے حضور سید الانبیاءؐ کی پوزیشن کیا رہ جاتی ہے؟ سمجھو اور غور کرو کہ صحابہ کرامؓ کی دشمنی نے تم کو کس طغیانی میں غرق کر دیا ہے۔ رہی بابر صاحب کی یہ بات کہ حضورؐ کی وفات شریف کے بعد دو پارٹیاں تھیں یہ بالکل غلط اور خلافِ واقعہ ہے۔ کس کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی کوئی علیحدہ پارٹی تھی جو کہ خلفائے راشدینؓ کے خلاف تھی۔ اس کا وجود ثابت کرنا محال ہے۔ ورنہ دکھاؤ کہاں لکھا ہوا ہے! بلکہ حضرت علیؓ تو خلفائے راشدینؓ کے زبردست حامی و ناصر و مددگار تھے۔ حتیٰ کہ ان کی اقتداء میں نمازیں ادا فرماتے رہے، اور ان کے ہاتھوں پر بیعت فرمائی۔ ثبوت کے

لئے دیکھئے معتبر کتب شیعہ مثلاً نہج البلاغۃ صـ۸۸، احتجاج طبرسی صـ۵۶ اور صـ۶۰، الدرۃ النجفیہ صـ۲۲۵، فروع کافی صـ۱۱۵، غزوات حیدری صـ۶۲۷ وعام کتب تواریخ بلکہ "صحیفہ علویہ" میں تو حضرت علیؓ نے ان کو یعنی خلفائے ثلاثہؓ کو اپنا امام فرمایا اصل عبارت ملاحظہ ہو:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُشْھِدُكَ وَکَفٰی بِكَ شَھِیْدًا فَاشْھَدْ لِیْ اَنَّكَ رَبِّیْ وَاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَسُوْلُكَ النَّبِیُّ وَاَنَّ الْاَوْصِیَاءَ مِنْ بَعْدِہٖ اَئِمَّتِیْ" (صحیفہ علویہ صـ۳۷) ترجمہ: "اے اللہ میں تجھے گواہ کرتا ہوں اور تیری گواہی کافی ہے۔ پس میرا گواہ رہ بیشک تو میرا رب ہے اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترا رسول میرا نبی ہے اور بیشک ان کے بعد کے اوصیاء جو تھے میرے امام ہیں۔"

بتائیے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو خلفائے ثلاثہؓ کو اپنا امام فرما رہے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے پارٹی بنا رکھی تھی جو اُن کے مخالف تھی اور یہ بھی بتائیے کہ اگر اصحاب رسولؐ جن کو اہل ایمان اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں وہ (معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد) منافق تھے تو ان آیات کا مصداق کون حضرات ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ۝

ترجمہ: جب آئی اللہ کی مدد اور فتح ہوگیا مکہ اور دیکھا تم نے لوگوں کو کہ خدا کے دین میں گروہ کے گروہ داخل ہو رہے ہیں تو اب تم اپنے ربّ کی حمد کی تسبیح پڑھو اور اس سے طلب مغفرت کرو بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

تو فرمائیے کہ وہ فوجوں کی فوجیں اہل ایمان کی جن کا ذکر اس سورہ پاک میں ہوا وہ کہاں تھیں؟ خلفائے راشدینؓ کے ساتھ تھیں یا کہ ان کے مخالف؟ ثابت کیجئے۔

(نوٹ): اگر خلفائے راشدین میں کوئی مخالفت یا دشمنی اور عناد ہوتا تو سیدنا حضرت علی سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے اپنی دختر نیک اختر سیدہ امِ کلثومؓ کا عقد کیوں کرتے؟ (فروع کافی تہذیب الاحکام مجالس المومنین)

سوال نمبر ۱۷: اہلسنّت والجماعت کا دین چار اصولوں پر مبنی ہے (۱) قرآن مجید (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس۔ سقیفہ کی کاروائی کو پیشِ نظر رکھ کر ارشاد فرمائیں کہ خلافت ثلاثہ قرآن مجید اور حدیث سے ثابت ہے یا کہ اجماعی خلافت، ارشاد فرمائیں کہ انہوں نے اپنی خلافت کو قرآن مجید سے کیوں نہ ثابت کیا جب کہ قرآن مجید میں ہر خشک و تر کا ذکر موجود ہے"۔

بحوالہ" دعوتِ فکر دینی صد" مصنفہ بابر علی خاں شیعہ

جواب: اہلسنت کا دین وُہ ہے جو قرآنِ مجید اور حدیث مقدسہ میں موجود ہے۔ کتاب وسنت ہی مذہبِ اہلسنّت کی اساس و بنیاد ہے۔ خلافِ قرآن و حدیث جو عقیدہ بنایا جاوے اہلسنّت اس کو مردُود اور کفر کہتے ہیں اور ایسے افعال و احکام جو کتاب و سُنّت سے متصادم ہوں وُہ سب کے سب ناقابلِ عمل حرام بالکل بدعت اور شرک ہیں اور ان کو جائز سمجھنے والا اہلسنت کے نزدیک قطعاً کافر اور خارج از اسلام ہے اہل سنّت قرآن وحدیث کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کو معیارِ حق مانتے ہیں جو فرقہ صحابہؓ کا مخالف ہے۔ کتاب و سُنّت کی ہدایت کے مطابق وہ بھی قطعی طور پر کافر اور منکرِ اسلام ہے۔ یاد رہے کہ حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب، حضرت جعفرؓ بن ابی طالب، عقیلؓ بن ابی طالب اور حضورؐ کے ازواجِ مطہراتؓ بھی اہلبیت ہونے کے علاوہ صحابیؓ ہیں۔ مت کوئی شیعہ سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا و فریب دیں کہ دیکھو صحابہ کرامؓ کو تو معیارِ حق مانا ہے لیکن اہلبیتؓ کا ذکر نہیں کیا۔ راقم الحروف ان کو صحابیؓ پہلے مانتا ہے اور اہلبیتؓ بعد میں نیز میرے نزدیک انبیاء علیہم السّلام کے بعد سب سے اونچا مقام صحابہؓ کا ہے بلکہ صرف اہلبیتِ رسولؐ ہونا کوئی قابلِ ستائش بات نہیں۔ جب تک ایمان لاکر اصحاب رسولؐ میں وُہ اپنے آپ کو شامل نہ کر لیں مطلق اہلبیت تو کافر بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ پسرِ نوح علیہ السّلام اور زوجہ نوحؑ و لوط علیہما السّلام جو کہ اہلبیت رسولؐ تو ضرور ہیں لیکن اس کے باوجود وُہ کافر ہیں۔ اہلسنّت قرآن شریف وحدیثِ مبارکہ کی تعلیم کے مُطابق اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حق وصداقت کا معیار مانتے ہیں چونکہ جواب

نہایت مختصر دینا مقصود ہے۔ اسلیئے اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لیئے صرف چند آیات قرآنی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کرامؓ کے معیار حق ہونے کے ثبوت میں سماعت فرمائیں۔ عقائد میں صحابہؓ معیار حق ہیں۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝

(ترجمہ)، اور جب ان سے کہا گیا کہ جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں تم بھی ایمان لاؤ (تو) انہوں نے یہ کہہ دیا کیا ہم اس طرح ایمان لے آئیں۔ جس طرح یہ بے وقوف ایمان لے آئے۔ خبردار یہ لوگ خود ہی بے وقوف ہیں اور لیکن جانتے نہیں۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

اس آیتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ منافقین کی پہچان بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے، جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے تم بھی ایسا ایمان لے آؤ جسطرح کہ یہ لوگ یعنی صحابہ کرامؓ ایمان لائے ہیں۔ تو قابلِ غور بات ہے کہ اگر صحابہ کرامؓ کا ایمان خالقِ کائنات کو ناپسند ہوتا۔ جیسا کہ اہل تشیع کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو بطور نمونہ منافقین کے سامنے پیش کیوں فرماتا؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ ایسا ایمان لاؤ جیسا صحابہ کرامؓ لا چکے ہیں۔ تو معلوم ہوا خدا کو وہی ایمان، اسلام و مذہب پسند ہے جو کہ صحابہ کرامؓ کے موافق اور ان کی پیروی میں ہو۔ یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ صحابہ کرامؓ ایمان میں معیار حق ہیں اور اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ صحابہ کرامؓ کی توہین اور نقص شان کرنا منافقین کا طریقہ ہے اور منافقین کی طرف سے صحابہ کرامؓ پر کیئے گئے اعتراضات کا رد کرنا سُنّتِ الٰہیہ ہے۔ اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

ترجمہ: اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئے جس طرح تم ایمان لائے ہو تو بیشک انہوں نے ہدایت پائی اور اگر رُوگرداں ہو گئے تو وہی نافرمانی میں ہیں۔ پس اللہ تم کو

ان کے شر سے بچائے گا اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔" ترجمہ مقبول"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ اگر یہود و نصاریٰ ایسا ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لا چکے ہو تو یقیناً ہدایت پا جائیں گے (چنانچہ ملاحظہ ہو تفسیر خلاصۃ المنہج صـ۸۱)

فَإِنْ آمَنُوا پس اگر ایمان آرند ہمہ اہلِ کتاب از یہود و نصاریٰ بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ بہ مانند آنچہ شما ایمان آوردہ اید ای مہاجر و انصار یعنی بہمہ کتب ورسل فَقَدِ اهْتَدَوْا پس ہر آئینہ راہ راست یافتہ باشند۔

ترجمہ: پس اگر ایمان لے آئیں تمام اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ مثل اس کی کہ تم ایمان لائے ہو۔ اے مہاجرین و انصار یعنی تمام کتابوں اور رسولوں پر، پس یقیناً ہدایت پا جائیں گے۔"

تو ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرامؓ کا ایمان بارگاہ خداوندی میں اس قدر منظور و مقبول ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو منافقین اور یہود و نصاریٰ پر پیش کر کے ان سے ایسے ہی ایمان کا مطالبہ کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ ایمان کی طرح عقائد اور اعمال میں بھی معیار حق ہیں

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ پارہ ۱۱ رکوع ۲ آیت ۱

ترجمہ: "اور مہاجرین و انصار سے سب سے پہلے ایمان کی طرف سبقت کرنیوالے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی خدای تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ خدا تعالیٰ سے راضی ہو گئے اور ان کے لیے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے ندیاں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔"

(ترجمہ مقبول)

ناظرین کرام آیت صاف صاف بتا رہی ہے کہ صحابہ کرامؓ مہاجرین و انصار معیارِ حق ہیں ان سے اور ان کے متبعین سے اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا۔ اس سے بڑھ کر ان کے

امام و مقتدیٰ ہونے کی کون سی دلیل ہو سکتی ہے ؟ "حاشیہ ترجمہ مقبول" پر شیعہ مولوی مقبول احمد دہلوی لکھتا ہے۔ "کافی" اور "تفسیر عیاشی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مہاجرین اولین کا ذکر بوجہ انکی سبقت کے پہلے درجہ پر شروع فرمایا پھر ان کے بعد دوسرے درجہ پر انصار کا ذکر کیا پھر تیسرے درجہ میں نیکی میں اتباع کرنے والوں کا ذکر فرمایا۔ پس خدا تعالیٰ نے ہر قوم کو ان کے درجوں اور منزلوں میں رکھا۔" حاشیہ ترجمہ مقبول ص ۴۰۳"

قارئین کرام ! اس قدر واضح اور بیّن فضائل صحابہ علیہم الرضوان قرآن مجید میں موجود ہونے کے باوجود انکار کرنا انکار قرآن نہیں تو اور کیا ہے ؟ اور سورہ حشر میں اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رض کے معیار حق ہونے کے متعلق یوں فرماتا ہے :۔ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ: "نیز یہ مال فے" ہجرت کرنے والوں میں سے ان ضرورت مندوں کا حق بھی ہے جو اپنے گھروں سے بھی نکالے گئے اور اپنے مالوں سے بھی (الگ کیے گئے تاہم) خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے خواستگار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ؐ کی نصرت کیے جاتے ہیں وہی تو سچے ہیں اور ان کا حق بھی ہے جو ہجرت کرنے والوں کے پہلے سے دار ہجرت میں مقیم اور ایمان پر قائم ہیں اور جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے ان سے محبت رکھتے ہیں اور جو کچھ ان ہجرت کرنیوالوں کو دیا جائے اس کی اپنے دلوں میں خواہش نہیں پاتے اور گو انہیں خود ضرورت موجود ہو

تاہم دُوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا جائے تو ایسے ہی لوگ تو "پوری پوری" فلاح پانے والے ہیں اور ان کا حق بھی ہے جو ان مہاجرین و انصار کے بعد یہ عرض کرتے ہوئے آئے کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمارے گناہوں اور ہمارے بھائیوں کے گناہوں کو جنہوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی ہے بخش دے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔ اے ہمارے پروردگار بیشک تو بڑا مہربانی کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے (ترجمہ مقبول)

معزز ناظرین کرام غور فرمائیں ان آیات میں کس قدر واضح طور سے صحابہ کرامؓ مہاجرین و انصار کے معیارِ حق ہونے کے متعلق فرمایا گیا اور خاص کر مہاجرین کے بارے میں ارشاد ہوا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ. ترجمہ: وُہی تو سچے ہیں اور سورۃ توبہ میں اللہ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ ترجمہ: اے ایمان والو! ہو جاؤ سچوں کے ساتھ اور یاد رہے کہ حضرات خلفائے اربعہ علیہم الرضوان مہاجرین میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وُہ سچے ہیں اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ تو بتایئے کہ اب بھی صحابہ کرامؓ کے معیارِ حق ہونے میں کوئی شک رہ جاتا ہے۔ اس مقام کی مناسبت کی بنا پر حضرت سیّدنا امام علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک فرمان نقل کرتا ہُوں جس سے شیعوں کا یہ بھی بھرم کھل جائے گا جو شیعہ عموماً اہلِ سُنّت کو الزام دیتے ہیں کہ وُہ ائمہ اہل بیت سے روایتیں نہیں لیتے۔ یہ الزام سراسر غلط و بے بنیاد ہے۔ اہلسنّت ائمہ اہلبیت سے روایتیں ضرور لیتے اور ان کی روایات کو قبول کرتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ اہلِ سُنّت کا اصُول ہے کہ جو روایت قرآن اور احادیث مشہورہ کے خلاف ہو وُہ قابلِ التفات نہیں سمجھتے۔ ہمارے ہاں یہ نہیں ہے کہ کوئی کہہ دے۔ یہ حدیث ہے یا فلاں امام کا قول ہے اگرچہ قرآن کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، تو اس بے سند اور خلافِ قرآن قول کو آنکھیں بند کر کے مان لیں۔ علمائے اہلِ سُنّت ایسا ہرگز ہرگز نہیں کرتے ورنہ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ معاذ اللہ قرآن مجید

اور ارشادِ رسولؐ کا انکار کر دیں جس پر ہمارے ایمان کا دارومدار ہے اور ہر قسم کی واہی تباہی من گھڑت اور جھوٹی روایات کو قبول کریں یہ شیوہ تو شیعوں ہی کا ہے جنہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد ہی ایسی خلاف کتاب و سُنّت روایات پر رکھی ہے جن کو تحریر کرتے بھی شرم آتی ہے۔ ہم اہلسنّت جب بالتحقیق ثابت کر لیں کہ یہ قول مُبارک یا ارشاد واقعی کسی امام کا ہے تو اس کو بدل وجان قبول کرتے ہوئے بصد احترام اپنے سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ تو سُنیئے ارشاد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

وقدم علیہ نفرٌ مِّنْ اھل العراق فقالوا فی ابی بکرٍ وّ عمر و عثمان علیہم السلام فلمّا فرغوا مِن کلامھم قال لھم الا تخبرونی انتم المھاجرون الاوّلون الّذین اخرجوا من دیارھم وا موالھم یبتغون فضلاً مّن اللہِ ورضوانا وّینصرون اللہ ورسولہٗ اولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقون قالوا لا قال فانتم الّذین تبوّءُ الدّار والایمان من قبلھم یحبّون مَن ھاجَرَ الیھم ولا یجِدُوْنَ فِی صدورھم حاجت مّمّا اوتوۡا ویُؤثِرُوْن علٰی انفسھم ولوکان بھم خصاصۃٌ قالوا لا قال امّا انتم قد تبرّأتم ان تکونوا من احد ھٰذین الفریقین وانا اشھد انکم لستم من الّذین قال اللہُ فیھم والّذین جاءو من بعدھم یقولون ربّنا اغفرلنا ولاخواننا الّذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غِلّاً لِّلّذِیْنَ اٰمَنُوا ربّنا اِنّکَ رءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ط اُخرجُوۡ عَنّی فعل اللہ بکو۔ (کشف الغمہ صـ ۱۱۹ مطبوعہ ایران)

ترجمہ: امام زین العابدین کی خدمتِ اقدس میں عراقیوں کا ایک گروہ حاضر ہُوا آتے ہی حضرت ابوبکر، عمر، عثمان علیہم السلام کی شان میں بکواس کرنا شروع کر دیا جب چُپ ہوئے تو امام عالی مقام نے ان سے فرمایا کہ کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ تم وُہ مہاجرین الاوّلین ہو جو اپنے گھروں اور مالوں سے ایسی حالت میں نکالے گئے تھے کہ وُہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رضا چاہنے والے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد واعانت کرتے تھے اور وہی سچے تھے تو عراقی کہنے لگے کہ ہم وُہ نہیں امام علیہ

السّلام نے فرمایا کہ پھر تم وُہ لوگ ہو گے جنہوں نے اپنا گھر بار اور ایمان مہاجرین کے آنے سے پہلے تیار کیا ہُوا تھا ایسی حالت میں کہ وُہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں کو دل سے چاہتے تھے اور جو کچھ مال و متاع مہاجرین کو دیا گیا تھا ان کے متعلق اپنے دلوں میں کسی قسم کا حسد و بُغض محسوس نہ کرتے تھے اور اگرچہ وُہ خود حاجتمند تھے مگر پھر بھی مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے تو اہلِ عراق کہنے لگے کہ ہم وُہ بھی نہیں ہیں تو حضرت امام زین العابدین نے فرمایا "کہ تم اپنے اقرار سے ان دونوں جماعتوں (مہاجرین و انصار) میں سے ہونے کی برارت کر چکے ہو اور میں اس امر کی شہادت دیتا ہُوں کہ تم ان مسلمانوں سے بھی نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اور وُہ مسلمان لوگ جو مہاجرین و انصار کے بعد آئیں گے وُہ یہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ سبقت لے چکے ہیں اور ایمان والوں کے متعلق ہمارے دلوں میں کسی قسم کا کھوٹ، بُغض اور کینہ، حسد یا عداوت نہ ڈال۔ یہ فرما کر امام عالی مقام نے فرمایا کہ میرے پاس سے نکل جاؤ اللہ تمہیں ہلاک کرے (۱۲) آمین

ناظرینِ کرام: مذکورہ بالا روایت کو بنظرِ غور مطالعہ فرما کر خود نتیجہ اخذ فرمائیں تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ صحابہ کرامؓ حضرت امام زین العابدینؓ کے نزدیک معیارِ حق ہیں اور دُشمنانِ صحابہ خصوصاً دشمنانِ خلفائے ثلاثہ علیہم السّلام سے سیدنا امام زین العابدین کس قدر بے زاری کا اظہار فرماتے ہیں کہ ان کو بددُعا فرما کر اپنی مجلس سے نکال دیتے ہیں۔

صحابۂ کرام معیارِ حق حدیث شریف کی روشنی میں!

حدیث نمبر (۱): وعنہ قال صلّی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ذات یومٍ ثُمّ اقبل علینا بِوجھہٖ فو عظنا موعظۃً بلیغۃً ذرفت منھا العُیُون و وجلت منھا القلوب فقال رجلٌ یارسول اللہ کاَنَّ ھٰذہٖ موعظۃ مودّعٍ فاوصنا فقال اوصیکم بتقوی اللہِ وَالسّمعِ والطاعۃِ وان کان عبدًا حبشیًا فانّہٗ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافًا کثیرًا فعلیکم بِسنّتی وَسُنّۃِ الخُلَفَاءِ الرّاشدین المھدیین تمسّکو بھا وعضوا علیھا بالنّواجذ و اِیّاکُمْ و مُحْدثاتِ الاُمُورِ فانّ کُلّ محدثۃٍ بدعۃٌ وکلّ بدعۃٍ ضلالۃٌ: (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹،۳۰)

ترجمہ: "صحابیؓ رسول فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر آپ نے اپنے رُخِ انور سے ہماری طرف توجہ فرمائی اور ہمیں بلیغ وعظ فرمایا جس سے ہم آب دیدہ ہو گئے اور ہمارے دل بوجہ خوفِ خدا لرزنے لگے۔ ایک آدمی نے عرض کی یا رسُولؐ اللہ یہ وعظ آپ نے ایسا فرمایا ہے گویا کہ آخری وعظ ہے پس ہمیں وصیّت فرمائیے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور سُننے اور اطاعت کرنے کی اگرچہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ پس بیشک تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا اختلافِ کثیرہ دیکھے گا۔ تم پر میری سُنّت اور میرے خلفائے راشدین کی سُنّت پر عمل کرنا لازم وضروری ہے اس کو لازم پکڑو اور خوب دانتوں سے مضبوط تھام لو۔ خاص کر تم نئی باتوں سے بچے رہو کیوں کہ ہر نئی بات بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

حدیث نمبر (۲): وتفرّقُ امّتی علی ثلثٍ وّسبعین مِلّۃً کلّھم فی النّار الّا ملّۃً وّاحدۃً قالوا مَنْ ھی یارسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰)

ترجمہ: "میری اُمّت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ تمام جہنمی ہوں گے مگر ایک ملّت۔

صحابہ نے عرض کی کہ وُہ جنتی جماعت کون سی ہے یا رسُول اللہ؟

فرمایا جس پر مَیں اور میرے صحابہ ہیں"۔

حدیث ۳: "اتبعوا السواد الاعظم فانّہ من شذّ شذّ فی النّار۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰"۔

ترجمہ: "سوادِ اعظم کی پیروی کرو کیوں کہ جو جماعت سے کٹ گیا وہ جہنّم میں گرا"۔

حدیث ۴: "وقال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اصحابی کالنّجوم نبایّھم اقتدیتم اھتدیتم (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں تو تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے"۔

حدیث ۵: "وعن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اِنّی لا ادري ما بقائي فیکم فاقتدوا بالّذین من بعدي ابي بکرٍ وّ عُمَرَ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶)

ترجمہ: حضرت حذیفہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ میں نہیں جانتا کہ تم میں میری بقا کتنی ہے تو میرے بعد والوں کی پیروی کرو، ابوبکر و عمر کی۔

اِس موضوع پر متعدّد احادیث کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتبِ احادیث مگر بخوفِ طوالت صرف ان ہی پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ عاقل را اشارہ کافی است۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود فرمایا ہے: وسیھلکُ فِیَّ صنفانِ محبٌّ مفرطٌ یَذھب بہ الحبُّ الیٰ غیر الحقّ ومبغضٌ مفرطٌ یذھبُ بِہِ البُغضُ اِلیٰ غیرِ الحقّ وخیر النّاسِ فِیَّ النمطُ الاوسط فالزموہُ الزموہُ والزموا السّواد الاعظم فانّ ید اللہِ علی الجماعۃ وایاکُم والفرقت۔ فانّ

الشَّاذَّ من النَّاسِ للشّیطٰن کما انَّ الشّاذَّ من الغنم لِلذئبِ۔ اَلَا من دعا الیٰ ھذا الشّعار فاقتلوہُ ولو کان تحت عما متی ھٰذِہٖ۔ (نہج البلاغہ ص۴۱۳)

ترجمہ: "دو گروہ میرے بارے میں ہلاک ہوں گے۔ ایک وُہ گروہ کہ دوست تو ہوگا مگر دوستی میں افراط کریگا۔ اس کی محبّت اُسے باطل کے راستے پر لے جائے گی۔ دُوسرا وُہ طائفہ کہ دُشمنی میں حد سے تجاوز کر جائے گا اور اس کی دشمنی بے اندازہ اُسے حق سے دُور کردے گی لیکن میرے سلسلے میں سب سے اچھّے وُہ ہیں جو میانہ روی کا راستہ اختیار کریں گے۔ پس تم بھی اُس جماعت کو اختیار کرلو اور سوادِ اعظم سے وابستہ ہوجاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ جماعت (حق) کی تائید فرماتا ہے اور تفرقہ سے بچو کیونکہ جماعت کو چھوڑنے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے جس طرح گلّہ سے نکلنے والی بھیڑ بھیڑیئے کا شکار بن جاتی ہے۔ خبردار جو شخص تمہیں اس رویّہ (جماعت سے علیحدگی) کی دعوت دے اُسے قتل کردو خواہ وہ میرے اِس عمامہ کے نیچے ہی کیوں نہ ہو"۔

حضرت علی کے نزدیک صحابہ کرام معیارِ حق ہیں۔

چنانچہ ملاحظہ ہو ارشاد حضرت علی علیہ السّلام:۔

اِنّہٗ بایعنی القوم الّذین بایعوا ابا بکرٍ و عثمان علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشّاھد ان یّختار ولا للغائب اَن یّردَّ وانما الشوریٰ للمہاجرین

والانصار فان جتمعوعلی رجلٍ وسمّوہ اماماً کان ذٰلك لله رضاً فان خرج من امرھم خارجٌ بطعنٍ اوبدعۃٍ ردّوہ الی ماخرج منہ فان ابیٰ قاتلوہ علیٰ اتباعہ غیرسبیل المومنین وولّاہ الله ما تولّیٰ۔ (نہج البلاغۃ ص۱۱)

ترجمہ: مجھ سے ان لوگوں نے ہی بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکر عمر عثمان سے بیعت کی تھی لہٰذا نہ تو حاضر کے لئے حق باقی رہ گیا ہے کہ بیعت میں اختیار سے کام لے اور نہ غیرحاضر کو حق ہے کہ بیعت سے رُوگردانی کرے۔ شورٰی تو صرف مہاجرین و انصار کیلئے ہیں۔ اگر انہوں نے کسی آدمی کے انتخاب پر اتفاق کرلیا اور اسے امام قرار دے دیا تو یہ اللہ کی اور پوری اُمت کی رضامندی کے لئے کافی ہے اب اگر اُمّت کے اس اتفاق سے کوئی شخص اعتراض یا بدعت کی بنا پر خروج کرتا ہے تو مسلمان اُسے حق کی طرف لوٹا دیں گے جس سے وُہ خارج ہُوا ہے۔ انکار کرے گا تو اس سے جنگ کی جائے گی۔ کیونکہ اُس نے مومنوں کی راہ سے کٹ کر الگ راہ اختیار کی ہے اور خدا اُسے اُس کی گمراہی کے حوالے کر دے گا۔" حضرت علیؓ کے اس فرمان سے ثابت ہو گیا کہ انعقادِ امامت و خلافت میں بھی صحابہ کرامؓ معیارِ حق ہیں اور رہا بابر موصوف کا یہ کہنا کہ ثقیفہ میں خلفائے راشدین نے اپنی خلافت کو قرآن سے کیوں نہ ثابت کر دیا؟ تو عرض ہے کہ قرآن و حدیث پیش کرنے کی ضرورت تو اُس وقت پڑتی جب وہاں کوئی منکرِ خلافت ہوتا۔ شیعہ ہی کہیں دکھا دیں کہ ثقیفہ میں کسی صحابیؓ رسولؐ نے یہ اعتراض کیا ہو کہ اے ابُوبکرؓ آپ کی خلافت خلافِ قرآن ہے یا پھر حضرت علی علیہ السّلام کا ہی کوئی ارشاد دکھا دیں کہ انہوں نے کسی وقت فرمایا ہو کہ ثقیفہ میں جو کچھ ہُوا وُہ قرآن کے خلاف تھا۔

معزّز قارئین کرام! یہ تمام کاروائی جو ثقیفہ میں ہُوئی رضائے الٰہی کے عین مطابق تھی مثلاً اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے رزق کا ذمہ خود لیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ھو الرزّاق ذو القوۃِ المتین مگر اس کے باوجود کوئی زراعت، کوئی صنعت، کوئی ملازمت، کوئی تجارت اور کوئی مزدوری کرکے روزی کماتا ہے مگر وعدہ اللہ تعالیٰ کا پُورا ہو رہا ہے تو اسی طرح خلفائے راشدینؓ کی خلافت کا بظاہر سبب شورٰی ہے لیکن وعدہ اللہ تعالیٰ کا پُورا ہُوا۔ اور شورٰی بھی وُہ جو

حضرت علیؓ کے مذکورہ بالا ارشاد کے مطابق انعقاد امامت و خلافت میں حجت قطعی کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین علیہم السلام کی خلافت قرآن و حدیث اور اجماع امت سے منعقد ہوئی مگر بابر صاحب آپ بتائیے کہ آپ کے مذہب کے مطابق حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کون سی آیت قرآنی اپنے خلیفہ بلافصل منصوص من اللہ ہونے کے متعلق لوگوں کے سامنے پیش فرمائی؟ جن آیات سے آج شیعہ مسلمانوں کو بہکانے کے لیئے آپؓ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کیا ان میں سے کوئی آیت آپؓ نے بھی پیش فرما کر اپنی خلافت بلافصل پر استدلال کیا ہے یا کہ معاذاللہ وہ آیتیں یا ان کا مطلب آپؓ نہیں جانتے تھے؟ مع حوالہ کتاب ثابت کیجئے ؎

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا

سوال نمبر ۱۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تعلقات اور ارشادات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خلافتِ عثمانی کے وقت کیا تھے؟ کیا حضرت عائشہؓ نے فرمایا اُس بڑے نعثل کو قتل کرو خدا اُسے قتل کرے (العیاذ باللہ) اگر ایسا ارشاد فرما کر آپ مکہ تشریف لے گئیں تو حضرت علی کی خلاف ظاہری کو سن کر حضرت عثمان کو کس طرح انہوں نے مظلوم تسلیم کر لیا. کیا حضرت عائشہ کو حضرت علی سے ذاتی رنجش نہ تھی. مسلمانوں کو جمع کر کے بصرہ پہنچ کر میدانِ کارزار میں اتر آئیں کیا یہ حضرت عثمان کا بدلہ تھا یا حضرت علی سے دیرینہ دشمنی کا نتیجہ تھا۔ (بحوالہ "دعوت فکر دینی" مصنفہ بابر علی خاں شیعہ صہ)

جواب: بابر موصوف کا آخری کہ سیّدہ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ بنت صدیقِ اکبر صلوٰۃ اللہ علیہا اور امام مظلوم سیّدنا عثمان بن عفّان علیہ السّلام کے مابین کوئی اختلاف تھا. بہتانِ عظیم وافترا ہے جو بات آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے وہ بالکل لغو اور بے بنیاد ہے جس کا ثبوت کوئی سیاہ پوش کسی معتبر کتاب میں نہیں دکھا سکتا چونکہ شیعوں کے مذہب کی بنیاد ہی دجل و فریب پر ہے اسلیئے ایسی من گھڑت اور جھوٹی باتیں صحابہ کرامؓ د

اہلبیتؓ اطہار اور اُمّہات المؤمنین علیہن الرّضوان کے متعلّق بکتے رہتے ہیں اور بابر بیچارے کو اپنے عقائد کا بھی علم نہیں ہے کہ ان کے عقائد کیا ہیں؟ کیا مذہب شیعہ کے بنیادی عقیدہ خلافت بلا فصل حضرت علیؓ کا انکار کرنے والے شیعہ مذہب کیمطابق مسلمان رہ جاتے ہیں؟ جن کو آپ مسلمان کہہ رہے ہیں اور کیا جنگِ جمل میں حضرت علیؓ کے خلاف لڑنیوالے حضرت علی کی خلافتِ بلا فصل کے قائل تھے۔ بابر صاحب پمفلٹ لکھتے وقت یہ تو سوچ لیا ہوتا کہ شاید یہ کسی صاحب علم کی نظر سے گزرے تو اور کچھ نہیں کم ازکم آپ کا بھرم تو رہ جائے۔ آپ نے تو شاید لوگوں کو اپنے پر ہی قیاس کیا ہے بہرحال یہ آپ کے بس کا روگ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس سے آپ کو کوئی واسطہ بھی نہیں ہے۔ کیا آپ سیدنا امام مظلوم عثمان ذوالنورین علیہ السّلام کی شان اور علو مرتبہ کے قائل ہیں کہ اگر واقعی حضرت اُمّ المؤمنینؓ نے کوئی ایسا لفظ کہہ دیا ہو جس سے آپکو تکلیف پہنچی ہے؟ جب ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ آپ تو سیدنا امام مظلوم حضرت عثمان ذوالنّورینؓ کی شان وفضیلت کے بھی منکر ہیں۔ راقم الحروف آپ سے پُوچھتا ہے کہ کیا حضرت اُمُّ المؤمنینؓ کا یہ کلمہ جناب سیّدنا حضرت علیؓ نے بھی سُنا تھا یا کہ چودہ سو سال کے بعد آپ کو حسبِ عادت کوئی فضائی آواز پہنچی ہے؟ چونکہ اکثر ذاکرین اپنی مجلسوں میں ایسی آوازوں کا حوالہ دیتے سُنے گئے ہیں۔ اگر حضرت علیؓ یا اور کسی شخص نے جو اسوقت موجود تھا یہ کلمہ سُنا ہے تو پُورے حوالے اور سند کے ساتھ تحریر کرو۔ تعجّب کی بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ یا اور کسی مسلمان نے اُسوقت حضرت مائی پاکؓ کو کیوں نہ کہا کہ آپ نے جب یہ الفاظ کہہ کر لوگوں کو قتلِ عثمانؓ پر اُکسایا تو اب مطالبۂ قصاص کیسا؟ اور بتائیے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے تعلّقات کیا تھے؟ حضرت علیؓ کا شمار حضرت عثمانؓ کے مخالفوں یعنی سبائی پارٹی میں کرتے ہو یا کہ آپ کے خیر خواہوں اور مددگاروں میں اور یہ بھی عقدہ حل فرما دیجئے کہ حضرت علیؓ نے کس بنا پر اپنے دونوں صاحبزادوں سیدنا حسن و سیّدنا حسین علیہما السّلام کو امام مظلوم سیّدنا عثمان علیہ السّلام کا پہرہ دار اور محافظ مقرّر فرمایا۔ (ثبوت کیلئے دیکھئے نہج البلاغہ صہ ۱۶۱ وکتب تواریخ)

حضرت سیدنا علیؓ و اُمّ المومنین عائشہ صدیقہؓ کے مابین کوئی عناد یا دشمنی نہیں تھی جیسا کہ سوال ۹ کے جواب میں گزرا........

شکریہ

ناچیز انجمن تحفظ ناموس صحابہ حلقہ شادیوال کا تہہ دل سے ممنون ہے جس نے بندہ کی اس کتاب کی اشاعت کا ذمہ لے کر بے حد ممنون فرمایا اللہ تعالیٰ بوسیلہ جلیلہ سید الانبیاء امام اولین والآخرین اراکین انجمن کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ عالیہ میں شرف قبولیت فرما کر دین و دنیا میں کامیابی عطا فرمائے۔ بالخصوص عزیزم محمد صدیق سیکرٹری انجمن، محمد عبدالرشید بزاز جناب صوفی محمد رفیق، صوفی محمد اشرف جلالی خادم آستانہ عالیہ بھکھی شریف، صوفی محمد اسمٰعیل مخدوم، صوفی محمد اکبر نقشبندی جلالی کا مشکور ہوں جنہوں نے کتابچہ کی اشاعت میں میری حوصلہ افزائی کی۔

الداعی الی الخیر:
مولانا مقبول احمد نقشبندی قادری

کتاب ملنے کا پتہ
مرکزی دار العلوم
جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف
دار العلوم
جامعہ محمدیہ فاروقیہ رضویہ شادیوال ضلع گجرات